بسم الله الرحمن الرحيم

اسلامی جمہوریہ پاکستان

اور

مولانا ابو الکلام آزاد کی پیش گوئیاں

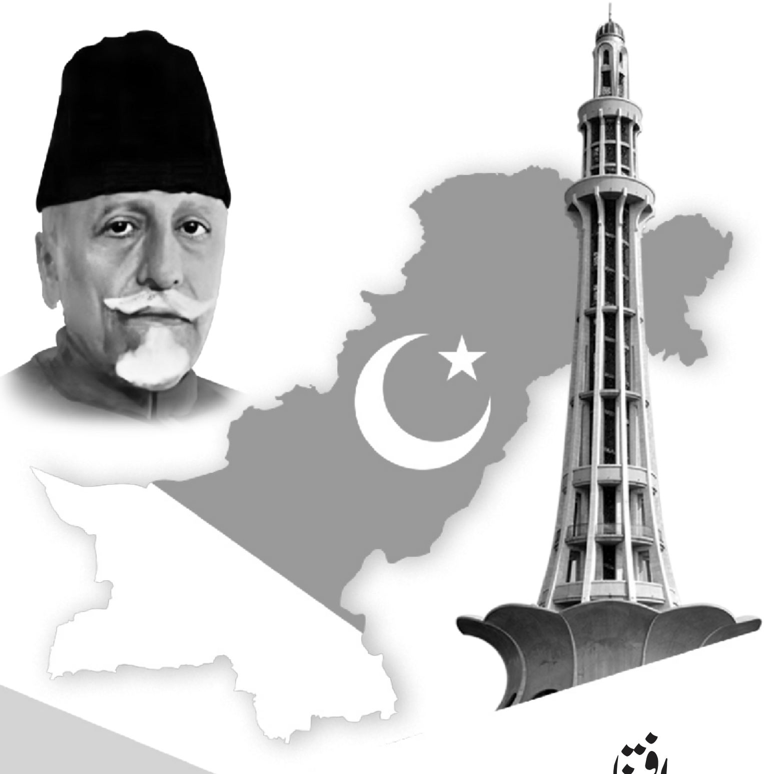

افتخار حیدر

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

اسلامی جمہوریہ پاکستان

اور

مولانا ابوالکلام آزاد کی پیش گوئیاں

تالیف

افتخار حیدر حفظہ اللہ تعالیٰ

سنِ اشاعت ________ اگست 2024ء

تعداد ________ 1000

قیمت ________

فہرست

* انتساب — 7
* مقدمہ — 8
* تقریظ — 20
* مختصر تحریکِ پاکستان — 22
* دو قومی نظریہ کی ابتداء — 36
* قیام پاکستان کے اسباب — 46
* اسلامی جمہوریہ پاکستان — 46
* پاکستان کا عالمی کردار — 54
* انسانیت کے لیے کردار — 54
* پاکستان کے اپنے قیام سے ہی مظلوم اقوام اور مسلم دنیا کے لیے .... — 59
* فلسطین — 65
* انڈونیشیا — 65
* جاپان — 66
* جرمنی — 66

* چین ———— 66
* صدر ایوب کے استقبال ———— 67
* اتحادِ عالمِ اسلام ———— 67
* نہرو –لیاقت معاہدہ ———— 70
* افغانستان ———— 71
* بنگلہ دیش و برما ———— 72
* سری لنکا ———— 73
* بوسنیا ———— 73
* کلمہ حق ———— 75
* مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ ———— 92
* مزارِ قائد اعظم۔ ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ ———— 100
* مولانا آزاد کی تقریر اور انٹرویو کی حقیقت ———— 100
* مولانا آزاد کے ساتھ بھارتی ہندوؤں کا رویہ ———— 101
* کیا قائد اعظم رحمہ اللہ محمد علی جناح سیکولر تھے؟ ———— 107
* طرزِ حکومت ———— 119
* کیا قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ ملحد تھے یا پھر روشن خیال ———— 123
* اختتامیہ ———— 128

انتساب

ہر اس صالح نفس کے نام جو کسی بھی طرح، کہیں بھی مدینہ ثانی ،مسلمانوں کی مسجد، عالم اسلام کے دل، عالمِ اسلام کے قلعے، انسانیت کے محافظ وطنِ عزیز ''پاکستان'' کے قیام، تکمیل، استحکام اور سر بلندی میں شریک ہے۔

مقدمہ

رمضان المبارک کی 27ویں رات کو ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی بنیاد پر قائم ہونے والے وطنِ عزیز پاکستان جسے مشیت الٰہی، جناب نبی آخر الزماں محمد رسول اللہ ﷺ کی بشارت، مدینہ ثانی، عالم اسلام کا قلعہ، عالم اسلام کا دل، عالم اسلام کا محافظ، مسجد، اسلام کی تجربہ گاہ، انسانیت کا علمبردار اور مظلوم اقوام کا ترجمان کہا اور مانا جاتا ہے۔ قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کے بقول عہد نبوی ﷺ کے زمانے میں ہی پاکستان قائم ہو گیا تھا۔ محمد بن قاسم کے 18 جون 712ء کو سندھ فتح کرنے کے بعد سے مسلسل چلا آ رہا ہے۔ اس اسلامی ملک کے جغرافیائی طور پر قیام کے لیے علمائے کرام نے اپنے مناصب و مدارس کو، جاگیرداروں نے اپنی جاگیروں کو، نوابوں نے اپنی ریاستوں کو، پیرانِ کرام نے اپنی خانقاہوں کو، ملازموں نے اپنے عہدوں کو، مسلمانوں نے صدیوں سے اپنے آباؤ اجداد کی میراث کو اور ہندوستان میں بچ جانے والے مسلمانوں کی اکثریت نے ووٹ پاکستان کے حق میں دے کر اپنے مستقبل کو داؤ پر لگا کر پاکستان کے لیے محنتیں کیں، انمول، انمٹ، لازوال، اخلاص بھری ہر طرح کی قربانیاں پیش کیں۔ انسانی تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت صرف اسلامی آزاد پاکستان کے لیے کی۔

ایک آزاد مسلم ملک کے لیے ٹیپو سلطان شہید، شیخ احمد سرہندی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبد العزیز محدث دہلوی، سیدین شہیدین ان کے جانشین صادقین علمائے اہل صادق پور نے پھر آگے چل کر مولانا اشرف علی تھانوی، علامہ شبیر احمد عثمانی، علامہ مفتی محمد شفیع، پیر جماعت علی

شاہ، مولانا عبید اللہ بدھیانوی، مولانا ابوالبرکات، مولانا رشید ترابی، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا داؤد غزنوی مرکز چمر کنڈ چھوڑ کر، امیر المجاہدین مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی وغیرہ وغیرہ نے محنتیں کیں، قربانیاں دیں، ہجرتیں کیں، قید و بند کی صعوبتیں گوارا کیں، اپنوں بیگانوں کے طعنے سہے۔ اسی طرح نواب آف حیدر آباد دکن، نواب آف بھوپال، نواب آف جونا گڑھ، نواب آف بہاولپور، خان آف قلات اور مسلمانانِ جموں کشمیر وغیرہ نے بھی بھرپور ساتھ دیا اور قربانیاں دی۔

دوسری طرف ہندو اور انگریز برطانیہ سرکار اس ملک کو قائم نہیں ہونے دینا چاہتے تھے، کچھ مسلمان اور کمیونسٹ سوویت یونین اور ہندوؤں کے کہنے پر پاکستان کی مخالفت کر رہے تھے۔ لارڈ مونٹ بیٹن مسلمانوں کے ایمان، اتحاد، تنظیم اور مر مٹنے کے جذبے کے سامنے بے بس ہو کر مجبور ہوئے اپنی اس مکروہ خواہش پر کہ ہم پاکستان کو ایسے حالات سے دوچار کرتے رہیں گے کہ یہ اپنے پاؤں پر، اپنی اصل پر اور اپنے نظریے پر کھڑا نہ ہو سکے۔جس پر پہلا وار باؤنڈری کمیشن کے ذریعے کیا گیا۔حصوں کی تقسیم کے ذریعے کیا گیا کہ بقول انگریز رہنما اس دیمک زدہ پاکستان سے، بقول ہندو رہنما ہاتھی کے کان سے، عمارت کے مقابلے میں خیمہ کے قیام سے مسلمان باز آجائیں، اگر اس سب کے باوجود بھی مسلمان پاکستان حاصل کر ہی لیں تو پھر ایسی سازشیں کی جائیں کہ یہ جلد بھارت ماتا کا متحدہ ہندوستان کے فریب میں اکھنڈ بھارت کا حصہ بن جائے کیونکہ پاکستان بننے سے اکھنڈ بھارت کا سپنا ادھورہ رہ گیا۔ نعوذ باللہ! بیت اللہ تک کے علاقے پر قبضہ کی خواہش دھری رہ گئی، مسلمانوں سے ہزار سالہ غلامی کا بدلہ لینے کا موقع نہ مل سکا، مسلمانوں کو اندلس کے مسلمانوں کی طرح مٹا نہ سکے اور مسلمانوں کو ہندوؤں کی نمک کی کان میں تحلیل نہ کر سکے۔جس طرح دوسرے مذاہب کو ہندوؤں نے اپنی نمک کی کان میں تحلیل کر لیا تھا۔نعوذ باللہ! اللہ کے نبی ﷺ کا بت بنا کر مسلمانوں کو بدھوں کی طرح مورتی پوجا پر نہ لگا سکے۔مسلمانوں سے ان کا عقیدہ، تاریخ، ہیروز، تمدن، ثقافت اور تہذیب نہ چھین سکے۔ اسلام کو ہندو نہ کر سکے۔ ہر کوشش کے

باوجود دو قومی نظریہ کو ختم نہ کر سکے۔ مسلمانوں کی وجہ سے یہ علاقے ناپاک ہو گئے ہیں ان کو پاک کرنا باقی ہے۔ پاکستان قائم ہونے کے بعد پاکستان کے خلاف اپنی ہر قسم کی پراکسیوں کے ذریعے بھارت مسلسل سرگرم ہے جغرافیائی، سفارتی، عسکری اور ثقافتی محاذوں کی طرح نظریاتی محاذ پر بھی۔

پاکستانیوں کے ذہن میں ایسے اشکالات، شکوک وشبہات مختلف ذرائع سے پیدا کیے جا رہے ہیں جو کل تک ہم ہندوؤں کے منہ اور میڈیا سے سن اور پڑھ رہے تھے۔ ان کا ہدف ہمارا نوجوان، یونیورسٹیوں کے طلباء اساتذہ، میڈیا، سرکاری محکموں کے لوگ اور علمائے کرام ہیں۔ اس بھارتی بیانیہ کی جھلک کہیں نہ کہیں ان اداروں میں لوگوں میں دیکھنے پڑھنے کو ملتی ہے کہ پاکستان بننا ضروری نہیں تھا متحدہ ہندوستان دوسرے لفظوں میں اکھنڈ بھارت ہی اچھا تھا، پاکستان انگریز نے بنایا، دو قومی نظریہ فلاں فلاں شخصیت نے بنایا، قائد اعظم سیکولر پاکستان بنانا چاہتے تھے، قائد اعظم مسلمان ہی نہ تھے، متحدہ ہندوستان میں مسلمان زیادہ بہتر کردار ادا کر سکتے تھے برصغیر کے مسلمانوں کے لیے، عالم اسلام کے لیے، اتنی زیادہ پاک افواج کی کیا ضرورت ہے، کسی ہندو یا انگریز رہنما کی جگہ مولانا ابوالکلام آزاد کی پیش گوئیوں کو پیش کر کے اپنا مفاد ڈھونڈا جاتا ہے۔ بھارت کو ہم نے بارہا دیکھا ہے کہ یہ ہمیشہ چھپ کر وار کرتا ہے، بھلائی کے بھیس میں بزدلانہ گھات لگاتا ہے۔ ''ہندو بنیا'' جب گرتا ہے تب بھی اپنا مفاد دیکھ کر ہی گرتا ہے۔

ہم نے کوشش کی ہے کہ اپنی اس تحریر میں بھارتی وساوس، بھارتی نظریاتی یلغار، بھارتی جھوٹ و مکر کا احسن طریقے سے جواب دیا جائے اور اپنے ان بھائیوں اور ہم وطنوں سے بھی گزارش کریں کہ جو مختلف حقوق کے نام پر اور پاکستان میں ان کی مرضی کی اسلامی حکومت قائم نہ ہونے کے رنج میں ریاستِ پاکستان اور اس کے اداروں پر حملے کر کے اپنے آپ کو اپنی ذاتوں کا، اپنے گھرانوں کا، اپنے ملک کا، امت مسلمہ اور انسانیت کا

مجرم بنا رہے ہیں۔ کیا وہ بتلا سکتے ہیں کہ اور کون سا ایسا ملک ہے جس کو اپنے قیام کے لیے اس قدر قربانیاں دینی پڑیں، جس کا قائم ہونا مسلمانوں کی بقاء کے لیے پاکستان جتنا ضروری تھا۔ جس کی دشمن تمام کفر کی امام طاقتیں ہیں، امریکہ، برطانیہ، بھارت، سوویت یونین اور اسرائیل وغیرہ۔

آخر کوئی تو وجہ ہے کہ ہندو بھارت، عیسائی امریکہ برطانیہ، یہودی اسرائیل، کیمونسٹ سوویت یونین اس کے قیام سے لے کر آج تک اپنی دشمنی کا اظہار کرتے چلے آرہے ہیں بلکہ پاکستان کو نقصان پہنچانے کا کوئی موقع جانے نہیں دیتے۔

1۔ ہندو بھارت:

پاکستان کو قائم ہی نہیں ہونے دینا چاہتا تھا، اب قائم رہنے نہیں دینا چاہتا۔ اپنے من گھڑت بدلے پاکستان سے لینا چاہتا ہے، جیسا کہ سانحہ مشرقی پاکستان کے وقت کہا کہ ہم نے ہزار سالہ غلامی کا بدلہ لے لیا اگر بدلہ لے لیا ہے پھر اب پاکستان کی ہر سطح پر ہر طرح کی ہر وقت مخالفت کیوں۔ حق بات یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان کے نام پر اور کنفیڈریشن کے فریب میں ''مہا بھارت'' کے دیرینہ خواب کو پورا کرنے کی ہر قیمت پر کوششیں جاری ہیں۔

2۔ عیسائی امریکہ و برطانیہ:

قیامِ پاکستان کی مخالفت، مشرقی پاکستان کے علیحدگی میں کردار، ان کے تھنک ٹینک پاکستان کے بکھرنے کے نقشے جاری کرتے ہیں کہ 2015 تک پاکستان بکھر جائے گا۔ پاکستان کو مختلف طریقوں سے عدم تحفظ کا شکار کر کے اس کی ایٹمی تنصیبات پر قبضے کر لیے جائیں اس کے لیے اپنی فورسز کو تیاری بھی کروا کر رکھی ہوئی ہے۔

امریکی محکمہ دفاع کی ایک رپورٹ کی شہ سرخی:

برصغیر کی سرحدیں 2020ء سے 2025ء تک تبدیل ہوجائیں گی۔ اکھنڈ بھارت (بھارت ماتا) کے قیام نو کا خواب مکمل ہونے (یا تعبیر پانے) کی راہ پر ہے۔ اس رپورٹ کی روشنی میں پینٹا گون کی جانب سے برصغیر کے مستقبل کے نقشے کا ایک خاکہ بھی کھینچا گیا ہے جس میں پاکستان، بنگلہ دیش، نیپال، سری لنکا اور مالدیپ کی موجودہ سرحدیں مٹادی گئی ہیں اور پورے خطے کو انڈیا کے طور پر دکھایا گیا ہے۔ یہ اس کی پالیسی دستاویز ایشیا 2025ء میں موجود ہے۔ 18 ستمبر 2000ء کو انڈیا کے انتہائی بااثر ہفت روزہ ''آؤٹ لک'' نے گریٹ گیم پر ایک کور سٹوری شائع کی۔ ابتدائی طور پر برصغیر بھر کے بیشتر دانش وروں نے اس معاملے کو محض بھارتی میڈیا کا پروپیگنڈا جانا۔ تاہم خطے میں ہونے والے حالیہ واقعات، دستاویز ایشیا 2025ء ابھی تک کلاسیفائیڈ ہے اور شائع نہیں کی گئی۔ تاہم ہفت روزہ آؤٹ لک، 17 مارچ 2000ء کے دی واشنگٹن پوسٹ اور 24 ستمبر 2000ء کے سنگاپور کے ایک روزنامے سٹریٹ ٹائم میں دستاویز ایشیا 2020ء کا متعلقہ خلاصہ لیڈ سٹوری کے طور پر شائع کیا جاچکا ہے۔

ان تمام ہمسایہ ممالک نیپال، بھوٹان، سری لنکا اور مالدیپ کو اس کنفیڈریشن کا حصہ کہا گیا ہے جب کہ نقشے میں بھی ان تمام ہمسایہ ممالک کو ''گریٹر انڈین یونین'' یعنی بھارت ماتا کا لازمی حصہ دکھایا گیا ہے۔ امریکہ کے ماہ نامے اٹلانٹک کے ستمبر 2000ء کے شمارے میں مسٹر رابرٹ کیپلین نے، جو کہ پینٹا گون کے ایک اعلیٰ عہدیدار ہیں، ایک اور منظر نامے کا انکشاف کیا ہے۔ اپنے تجزیاتی مضمون میں انھوں نے تحریر کیا، پاکستان کو سابقہ یوگوسلاویہ کی طرح ٹکڑے ٹکڑے کیا جا سکتا ہے۔ مسٹر رابرٹ کیپلن، برصغیر پاک و ہند کے معاملات پر پینٹا گون کے مشیر اعلیٰ ہیں۔ اپنی حال ہی میں شائع ہونے والی کتاب میں انھوں نے ایک نقشہ بھی فراہم کیا ہے جس میں عکاسی کی گئی ہے کہ مستقبل قریب میں برصغیر کیسا دکھائی دے گا۔ یہ اب ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ نیو کانز کے کنٹرول کے تحت طاقت

ور بین الاقوامی میڈیا پہلے ہی دنیا بھر میں چھوٹے ممالک خصوصاً تیسری دنیا کے نوآبادیاتی ورثہ رکھنے والے ممالک کی قومی آزادی اور خودمختاری کے خلاف دلائل دیتے ہوئے ایک پر جوش مہم کا آغاز کر چکا ہے۔ امریکہ اور اس کے یورپی یونین کے اتحادیوں کی زیر نگرانی نیو کانز کے بھاری مالیاتی وسائل کے ساتھ را (RAW) کے کارکن یا ماہرین انٹرنیٹ بلاگز اور ساؤتھ ایشین انیلسز گروپ (SAAG) جیسے ویب سائٹ فورمز کے ذریعے کام کر رہے ہیں، جیسا کہ www.saag.org اور www.dividepakistan.blogspot.com وغیرہ۔ یہ انتہائی مؤثر پروپیگنڈا میکنزم کے Gobbolian ورژن کی جدید نقلیں ہیں۔ یہ حیرت انگیز ہے کہ ان کے مستقبل کے ایسے تمام نقشے مسٹر رابرٹ اور ایشیا 2025ء کے برصغیر کے نقشوں سے مشابہ ہیں۔

ان کے مکروہ عزائم یہ ہیں کہ آزاد بلوچستان، آزاد سندھ، آزاد شمال مغربی سرحدی صوبے (پختونخوا) اور آزاد کشمیر کے قیام میں مدد دیتے ہوئے پاکستان کو غیر مستحکم کر کے چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کی جائیں پھر یہ تمام چھوٹی ریاستیں بتدریج اپنی حفاظت کی غرض سے بھارت کی کنفیڈریشن کے تحت آجائیں گی۔ ایک بار کنفیڈریشن یا وفاق کے قیام کے بعد مغربی پنجاب اپنے الگ وجود کے ساتھ قائم رہنے کے قابل نہ رہے گا اور یوں منطقی نتیجے کے طور پر مشرقی اور مغربی پنجاب باہم ضم ہو جائیں گے اور کنفیڈریشن کا حصہ بن جائیں گے۔

بھارتی کنفیڈریشن (اکھنڈ بھارت) بنانے کے لیے امریکن، بھارتی تھنک ٹینک جیسے بھارتی جنرل سہگل اپنی کتاب ''پاکستان کی نئی تشکیل'' میں کابل سے کولمبو تک کنفیڈریشن قائم کرنے کی تدبیریں بتلاتے ہیں اور دیگر ماہرین منصوبے بناتے رہتے ہیں۔ ان کے منصوبے دھرے کے دھرے رہ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل واحسان سے اسلامی ایٹمی پاکستان انسانیت کے لیے اپنا کردار ادا کرتا رہے گا اور سر بلند سے سر بلند ہو گا۔ ان شاءاللہ

3۔ یہودی اسرائیل :

اسرائیل کے پہلے وزیر اعظم ڈیوڈ بن گوریون نے بہت پہلے کہا تھا (جیسا کہ جیوش کرانیکل، 9 اگست 1967 میں پرنٹ ہوا تھا)۔ عالمی صیہونی تحریک کو پاکستان کی طرف سے خطرات کو نظرانداز نہیں کرنا چاہیے اور اب سے پاکستان ہمارا پہلا ہدف ہونا چاہیے، کیونکہ یہ نظریاتی ریاست ہمارے وجود کے لیے خطرہ ہے اور پورا پاکستان یہودیوں سے نفرت کرتا ہے اور عربوں سے محبت کرتا ہے۔ عربوں سے محبت کرنے والے ہمارے لیے خود عربوں سے زیادہ خطرناک ہیں۔ اس معاملے میں عالمی صیہونیت کے لیے یہ سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اب پاکستان کے خلاف فوری اقدامات کرے۔ جبکہ جزیرہ نما ہندوستان کے باشندے ہندو ہیں جن کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف نفرت بھری ہوئی ہے، اس لیے پاکستان کے خلاف کام کرنے کے لیے ہندوستان ہمارے لیے سب سے اہم اڈہ ہے۔ ''یہ ضروری ہے کہ ہم اس اڈے سے فائدہ اٹھائیں، یہودیوں اور صیہونیت کے دشمن پاکستان کو تمام خفیہ سازشوں اور منصوبوں سے کچل دیں۔''

آپ نے پہلے اسرائیلی وزیر اعظم کے خیالات پڑھ لیے یہود و ہنود تب سے پاکستان کے خلاف ہر محاذ پر سرگرم ہیں اور پاکستان کو کمزور کرنے کا، نقصان پہنچانے کا موقع جانے نہیں دیتے ۔قرآن نے بہت پہلے بتلا دیا تھا کہ یہود و ہنود آپ کے شدید دشمن ہیں۔ ایک اور اسرائیلی آفیسر کے منہ سے پاکستان کے بارے میں پڑھیں۔

پاکستانی میجر رضا میصم کہتے ہیں کہ میں ''شام''میں کورس کے لیے گیا تو اسرائیلی پائلٹ نے خواہش کی کہ میں اپنے دشمن کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ میں نے بھی چیلنج سمجھ کر اس کے ساتھ رہنا شروع کیا ایک ہی کمرہ میں۔ میجر رضا کہتے ہیں کہ 1997ء میں اسرائیلی پائلٹ نے کہا کہ جب ہم پیدا ہوتے ہیں تو ماں کی گود سے ہمیں بتایا گیا کہ آپ کے دشمن عرب نہیں آپ کا دشمن پاکستان ہے۔ اس کے بعد ہمیں مکتب میں پڑھایا جاتا ہے کہ آپ کا دشمن پاکستان

ہے۔ اس کے بعد سکول میں آئے تو وہاں جب ہمیں دشمن کا پڑھایا جاتا تو جھنڈا پاکستان کا لگا ہوتا ہے اس میں ہمیں پاکستان کا جغرافیہ، نہری نظام اور پاکستان فوج کی طاقت پڑھائی جاتی ہے۔ اس کے بعد کالج و یونیورسٹی میں دشمن کے طور پر ہمیں پاکستان ہی پڑھایا جاتا ہے۔ جب آرمی میں آیا تب بھی تمام ملٹری پلاننگ پاکستان کی پڑھائی جاتی ہے۔ ہمیں پیدائش سے لے کر ملازمت تک پاکستان دشمنی ہی پڑھائی جاتی ہے۔ میں نے کہا کہ ہم نے تو اس لیول کا دشمن آپ کو نہیں سمجھا، ہمارے پڑوس میں بھارت کافی ہے اس کے لیے ہم کافی ہیں۔ اس نے کہا تم لوگ ابھی سوئے ہوئے ہو، ابھی تمھارے لیڈر تمھیں بتلا نہیں رہے کہ تم کیا ہو اور تم سے کیا کام لیا جانا ہے جبکہ ہمارے لیڈرز نے ہمیں بتلا دیا ہے کہ تم کیا ہو۔ اس لیے ہمیں بہت کلیئر ہے کہ تم کیا ہو لیکن ابھی تمھیں خود نہیں پتا کہ تم کیا ہو۔

کبھی تم نے غور کیا پوری دنیا کا نقشہ دیکھ کر کہ پوری دنیا میں دو ملک ایسے ہیں جو مذہب کی بنیاد پر قائم ہوئے ہیں ایک ''پاکستان دوسرا اسرائیل''۔ پاکستان 1947ء میں 27 رمضان المبارک کی رات اور اسرائیل 1948ء میں، جب سے دنیا بنی ہے کبھی ایسا نہیں ہوا یہ نو ماہ کے فرق سے ہوا ہے۔ یہ ایسے نہیں بنا یہ بائی ڈیزائن بنا ہے جب آخری جنگ ہونی ہے تو ہمارے دو ملکوں کے درمیان ہونی ہے۔ آدھی دنیا آپ کے پیچھے کھڑی ہوگی اور آدھی دنیا ہمارے پیچھے کھڑی ہوگی اور یہ اس دن کی تیاری ہو رہی ہے۔ میجر رضا کہتے ہیں کہ اسرائیل کو تو یورپ نے بنایا ہے وہ تو اس کے پیچھے ہو سکتا ہے اور ہمارے پیچھے کون کھڑا ہوگا۔ اسرائیلی پائلٹ نے کہا کہ تم لوگ پینسل بنا نہیں سکتے چائنہ سے منگواتے ہو جبکہ اس وقت دنیا کی جدید ترین نیوکلیئر ٹیکنالوجی تم لوگ بنا کر بیٹھے ہو، تم لوگ اپنا شارپنر چین سے منگواتے ہو جبکہ تم فائٹر جیٹ بنا رہے ہو، کیا یہ ایسے ہی ہو گیا؟ دنیا کی چھٹی بڑی پروفیشنل آرمی لے کر بیٹھے ہو تم اور جو بھی مقابلہ انٹرنیشنل آرمی کا ہوتا ہے اس میں تمھاری فوج نمبر ون ہوتی ہے جبکہ تم اس وقت آئی ایم ایف کے قرضے میں ڈوبے ہوئے ہو۔ یہ سب ایسے ہی نہیں ہو رہا، یہ بائی

ڈیزائن ہو رہا ہے تم لوگوں کو ابھی سمجھ نہیں آ رہی۔ جب آخری وقت میں ہم دونوں نے آمنے سامنے کھڑے ہونا ہے پھر تمھیں سمجھ آئے گی تمھارے لیڈروں نے تمھیں غافل رکھا ہوا ہے۔ اس نے اس وقت بتلایا کہ بھارت تمھارا پانی بند کر رہا ہے اور تمھاری زراعت تباہ کر رہا ہے، تمھارے اپنے لوگ بکے ہوئے ہیں۔ یہ حق اور سچ کی جنگ ہے آپ نے فیصلہ کرنا ہے کہ آپ نے کس کے ساتھ کھڑے ہونا ہے۔

4- کیمونسٹ سوویت یونین:

جو پاکستان کے قیام کا ہی مخالف تھا۔ پاکستان میں عدم استحکام پیدا کرنے کے لیے پاکستانی لوگوں کی تربیت کرتا رہا۔ پھر پاکستان مخالف پراکسیوں کی مدد کرتا رہا۔ پاکستان مخالف لٹریچر شائع کر کے پاکستان کے حصوں میں بھیجتا رہا۔مشرقی پاکستان کی علیحدگی میں جس نے بھارت کی سب سے زیادہ سرپرستی کی۔ پاکستان کے نقشہ میں پشاور کے گرد سرخ دائرہ لگایا،وغیرہ وغیرہ۔

مسلمانوں اور انسانیت کے خلاف دہشت گردی، جنگی واخلاقی جرائم،انسانیت کو شرمندہ کرنے والے ممالک ان کے آلہ کارسب پاکستان کے اور اس کے اداروں کے دشمن ہیں۔ ہمیں تو خوش ہونا چاہیے کہ ہم اُس ملک کے باسی ہیں کہ جس ملک اور اس کے اداروں کے دشمن یہ کفر کے امام ہیں۔ اب ذرا دل پر ہاتھ رکھ کر بتلانا، کیا ایسے عظیم ملک، اس کے اداروں اور اس کی غیور عوام کے خلاف لڑنا درست ہے جن کے سب کفر کے امام دشمن ہیں۔ آپ اپنا شمار کن میں چاہتے ہیں؟ کفر کے اماموں کے ساتھ یا مسلمانوں کی مسجد کے ساتھ۔ اس لیے آپ لوگوں کو اس مسجد کو کسی بھی قسم کا نقصان پہنچانے سے باز آنا چاہیے۔ کفر کے سوروں کی خدمت کی بجائے پاکستان کے اونٹوں کی غلہ بانی کو ہی ترجیح دینی چاہیے۔

آیئے ! جس ملک سے یہ دو قومی نظریہ ،اسلامی شناخت، دینی غیرت وحمیت اور انسانیت کے درد کو ختم کرنے کے لیے یہ کفریہ طاقتیں کوشاں ہیں اور یہودی آخری جنگ جس

ملک سے لڑنے کی تیاری کر رہے ہیں، اس ملک اور اس کے اداروں کو مضبوط کریں نہیں تو عبرت کے لیے اندلس ،بغداد، حیدرآباد دکن، عراق ،شام لیبیا ،سوڈان اور یوکرین وغیرہ کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔جن کے پاس صرف مضبوط نظریاتی آرمی نہ تھی،دولت، عالمی تعلقات، دوستیاں سب تھیں مگر آج وہ کس حال میں ہیں۔ جبکہ پاکستان اپنے قیام سے ہی بھارتی اور دیگر ممالک کی ہر طرح کی پراکسیوں کا مقابلہ کرتا آرہا ہے۔ چار بھارتی جارحیتوں کا مقابلہ کر چکا ہے۔ اپنے پڑوس افغانستان میں دو بڑی سپر پاوروں اور ان کے حواریوں کو بقول سوویت یونین اور امریکی عہدے داروں کے شکست دینے میں مرکزی کردار ادا کر چکا ہے۔ عالم اسلام کی پہلی ایٹمی طاقت بن چکا ہے۔ دنیا کی چھٹی بڑی منظم مخلص فوج تیار کر چکا ہے۔جس کا ماٹو ''ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ'' ہے۔کیا کوئی اور ایسا ملک ہے جو کلمہ طیبہ کی بنیاد پر بنا ہو، جس کی آرمی کا ماٹو ''ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ''ہو، جو عالم اسلام کی واحد اسلامی ایٹمی طاقت ہو،جس کا آئین اسلامی بنانے میں علمائے کرام نے اہم کردار ادا کیا ہو ،جو ہر جگہ مسلمانوں کے لیے، انسانیت کے لیے کردار ادا کرتا ہو اور جس کی تمام کفریہ طاقتیں مخالف ہوں۔

میں یہ مانتا ہوں کہ خرابیاں اور سستیاں ہیں، کبھی مسجد کے امام خرابی بھی کر جاتے ہیں کبھی مؤذن یا محافظ غلطی کر جاتے ہیں، کیا اس کا یہ حل ہے کہ مسجد کو شہید کر دیا جائے ۔جن نمازیوں سے اچھے امام ،مؤذن ،محافظ آنے ہیں ان کو ہی ہدف بنایا جائے۔اپنے گھر میں اختلاف ہو جائے تو گھر کو ہی نقصان پہنچانا کہاں کی عقل مندی ہے۔ہمیں سقوطِ اندلس سے سبق سیکھنا چاہیے۔ ہندوؤں کی اصلیت تنگ ذہنیت بھی آپ اس کتاب میں پڑھ لیں گے کہ جو ہندو ''اپنے ہم مذہب چھوٹی ذات کے ہندوؤں کو اپنے برابر نہیں سمجھتا وہ مسلمانوں کو تو سمجھتا ہی ناپاک ہے بلکہ کہتا ہے کہ یہ تمام علاقہ مسلمانوں کی وجہ سے ناپاک ہو گیا ہے اس کو پاک کرنا ضروری ہے۔''

مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا حسین احمد مدنی ،مولانا مودودی، تحریک احرار، تحریک

خاکسار وغیرہ جن کے بارے کہا جاتا ہے کہ وہ متحدہ ہندوستان چاہتے تھے یا پاکستان بننے کے حق میں نہ تھے مگر پاکستان بن جانے کے بعد یہ سب پاکستان کو مسجد، اسلام کی تجربہ گاہ کے طور پر ایک کامیاب ملک دیکھنا چاہتے تھے۔

اس لیے اس ملک کی اس کے اداروں کی مخالفت کرنے والے سوچیں ان کے اس عمل کی چوٹ کہاں کہاں پڑ رہی ہے، ان کی مخالفت کا فائدہ مسلمانوں کو ہے یا دشمن کو۔ مسلمانوں کے لیے محفوظ و مضبوط پاکستان بہتر ہے یا کمزور اور خلفشار کا شکار پاکستان۔ پاکستان کی مخالفت کر کے کہیں مسلمانوں کی اصل پاور یعنی مسلمانوں کی بلکہ پاکستانیوں کی وحدت پر چوٹ تو نہیں کر رہے۔ دشمن پہلے ہی ہماری وحدت پر علاقائی اور لسانی حقوق کے نام پر وار کر کے ہمیں دولخت کر چکا ہے۔ اب پھر ہماری اصل طاقت ''وحدت'' پر مختلف حقوق کے نام پر حملہ آور ہے۔ یہ ہماری وحدت ہی تھی کہ ''ایمان اتحاد تنظیم'' پر جب ہم جمع ہوئے تو صرف چند سالوں میں ہی دسمبر 1945ء، جنوری 1946ء کے الیکشن میں مسلمانوں کی مخصوص سیٹوں پر کانگریس کے ہر حربے کے باوجود ہم نے تاریخی کامیابی حاصل کی۔ پھر ہر طرح کی مخالفت جغرافیائی تخریب، حصوں کی حق تلفی کے باوجود الحمد للہ پاکستان قائم ہوا۔ پھر 1948ء اور 1965ء میں بھارت کو عبرتناک شکست دی۔ اس کی تمام پراکسیوں کو ناکام کیا۔ دشمن پھر ایسے ہی ہتھکنڈے استعمال کر کے، تفرقہ پیدا کر کے، لسانی، علاقائی، صوبائی، مذہبی، عصبیتوں کے بت کھڑے کر کے اپنے مذموم مقاصد حاصل کرنا چاہتا ہے۔ حالانکہ

* 19 جولائی 1947ء کو جموں کشمیر کے نمائندوں نے سرینگر میں الحاقِ پاکستان کی قرارداد پاس کر کے پاکستان کے ساتھ شامل ہونے کا تاریخی، انسانی اور ایمانی فیصلہ کیا۔
* صوبہ سرحد (موجودہ خیبر پختون خواہ) میں 2 جولائی 1947ء کو کانگریس کی ڈیمانڈ پر کانگریسی سازشوں اور روپیہ، دھونس کے باوجود 99فیصد مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں فیصلہ دیا۔
* بلوچستان نے 23مارچ 1941ء کو یوم پاکستان منایا۔ پاکستان کے لیے چندہ کی اپیل پر

ایک شخص نے پانچ ہزار تولہ چاندی اس درخواست پر قائد اعظم کو پیش کی، اس کا نام ظاہر نہ کیا جائے۔

* سندھ میں 1938ء میں ہی مسلم لیگ نے تقسیمِ ہند کی قرارداد پاس کی تھی۔

امید ہے کہ یہ مختصر سطور پڑھ کر بات سمجھ آجائے گی کہ پاکستان کا بننا مسلمانوں اور انسانیت کے لیے جتنا ضروری تھا اس سے کہیں زیادہ مکمل مستحکم، مضبوط پاکستان کا رہنا اشد ترین ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ وطنِ عزیز پاکستان کی ہر طرف سے نصرت وحفاظت فرمائے۔ اسے جلد مستحکم ،سر بلند ،انسانیت کا عَلم بردار تا قیامت رکھے۔آمین

میں محترم ڈاکٹر خالد قمر صاحب کا بھی بہت مشکور ہوں، انھوں نے اس تحریر کو بغور پڑھا اور اس میں مفید اضافے کیے۔

اللہ تعالیٰ انھیں اور جن بزرگوں بھائیوں نے اس تحریر کو عملی صورت میں لانے کے لیے کسی طرح بھی تعاون کیا ان سب کو بہت بہت برکتوں، رحمتوں، نصرتوں اور اپنی رضا سے نوازے۔ اس تحریر کو ہم سب کے حق میں صدقہ جاریہ بنائے۔جن اعلیٰ مقاصد کے لیے یہ تحریر لکھی گئی ہے وہ تمام عطا فرمائے۔ہمیں ہر قسم کے شر، فتنوں، حسد، محتاجیوں، دشمن کے ٹھٹھے اور اپنے اسلاف اور بانیانِ پاکستان کے سامنے شرمندگی سے بچا کر رکھے۔آمین ثم آمین یارب العالمین !

والسلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ

افتخار حیدر

اسلام آباد

19 جولائی 2024ء

تقریظ

جب سے وطنِ عزیز پاکستان معرضِ وجود میں آیا ہے تب سے نام نہاد روشن خیال اور مستشرقین نے اس کے وجہ وجود، مطلوبہ طرز حکومت، مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ کی پیش گوئیاں، اور قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کے دینی ہونے کو متنازع بنا رکھا ہے، وجہ وجود میں دو قومی نظریہ یا سوشل جسٹس کا تنازعہ، مطلوبہ طرز حکومت میں سیکولر یا اسلامی جمہوریہ کا شاخسانہ، مولانا آزاد کی پیش گوئیوں کو حتمی نتیجہ خیز، جبکہ قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کو ایک سیکولر مسٹر جناح بنانے کی کوشش جاری ہے۔

مصنف نے یہ کتاب مرتب کر کے آئندہ کی نسل کے لیے ایک تاریخی مواد کے ساتھ پاکستان کے جغرافیہ کی اہمیت ظہور پاکستان کے فوری بعد سے عالم اسلام اور انسانیت کے لیے پاکستان کے شاندار کردار کی ایک جھلک بھی قارئین کو مہیا کی ہے، جس سے نتیجہ اخذ کرنا قدرے آسان ہو جاتا ہے کہ پاکستان کا بننا اور مضبوط مستحکم پاکستان کا رہنا کتنا ضروری ہے۔ تمام اختلافی موضوعات کے الگ الگ باب بنا دیے گئے تا کہ طرفین اپنے ذاتی خیالات کا موازنہ کرسکیں، دو قومی نظریہ کی تصدیق مصنف نے قرآن سے دلیل لے کر وطن کے مخلص شہریوں پر احسان عظیم کیا ہے اور ہمیشہ کے لیے اس تنازعہ کا کافی حد تک حتمی مثبت فیصلہ کرنے کی کوشش کی ہے۔

مولانا آزاد کی شخصیت کو بھارتی کانگریس کے فعال ممبرز کی نظر سے دکھا کر قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کے فیصلہ کی تصدیق کر دی کہ ہندو نفرت اور تعصب سے کبھی باہر نہیں نکل سکتا کہ دونوں قومیں یکساں سوشل انصاف کے ساتھ اکٹھی رہ سکتیں اور آخر میں قائد اعظم محمد علی

جناح کے اپنے خطابات کے مجموعہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ ایک مخلص سنی عقیدہ کے مالک ، اللہ ، رسول اور قرآن پر غیر متزلزل عقیدہ کے ساتھ ساتھ اسلامی آئین کو اپنانے کے متمنی رہے، تا کہ پاکستان نہ صرف اسلامی ریاست بنے بلکہ امت مسلمہ کے لیے ایک مضبوط قلعہ ، دبی پسی مظلوم انسانیت کے لیے طاقت ور کردار کے حامل آزاد خود مختار اسلامی ملک کے طور پر اپنا کردار ادا کرتا رہے۔اور ان شاء اللہ ایسا ہی ہو گا۔

پروفیسر دکتور خالد قمر عفی عنہ

مختصر تحریکِ پاکستان

پاکستان کب سے؟ اور کب تک؟

قائد اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا: پاکستان اسی دن وجود میں آ گیا تھا جس دن ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت ابھی قائم نہیں ہوئی تھی۔مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمہ توحید پر ہے نا کہ وطن اور نسل پر۔ جب ہندوستان کا پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ اپنی پہلی قوم کا فرد نہیں رہا بلکہ ایک جداگانہ قوم (امتِ مسلمہ) کا فرد بن گیا۔ ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی۔(مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، 8 مارچ 1944ء)

قائد اعظم رحمہ اللہ کا یہ فرمان نظریہ پاکستان کی مکمل ترین وضاحت ہے۔کلمہ توحید کی بنیاد پر قومیت کا تصور اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اس عقیدے کو دوسرے لفظوں میں دو قومی نظریہ بھی کہا گیا ہے۔قائد اعظم رحمہ اللہ کے فرمان کے مطابق تو پاکستان عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی قائم ہو گیا تھا اور جب تک ایک بھی مسلمان رہے گا پاکستان رہے گا۔ ان شاء اللہ!

برصغیر میں عرب تاجر تجارت کے لیے بہت پہلے سے آتے تھے اور عرب قبائل مختلف علاقوں میں آباد بھی تھے۔ اسی طرح برِصغیر کے قبائل عرب میں آباد تھے۔اسلام عہدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی برصغیر میں آ گیا تھا، دلیل کے طور پر دو مساجد بھی پیش کی جاتی ہیں۔

1۔ 623ء میں ''برودادا مسجد، گھوگھا گاؤں، بھاؤ نگر، ریاست گجرات'' میں تعمیر ہوئی اس کے قبلہ کا رخ بیت المقدس کی طرف ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش 571ء میں ہوئی، بعثت 610ء میں ہوئی۔ پھر آپ نے مکہ سے مدینہ ہجرت 622ء میں کی جبکہ بیت المقدس سے

بیت اللہ کی طرف قبلہ 624ء میں بدلا۔

2۔ 629ء میں ''جامع مسجد چیرامان'' کوچی شہر سے 45 کلومیٹر دور مٹھالہ کوڈنگور ضلع ترشور یاست کیرالہ میں مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں تعمیر ہوئی۔مسجد نبوی ﷺ کے صرف سات سال بعد یہ تعمیر ہوئی۔ اس علاقے میں صدیوں تک حکمران رہنے والے چیرا خاندان کے چیرا مان پرومل (بادشاہ) نے معجزہ شق القمر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

Cheraman restored July 2022

The **Cheraman Juma Mosque** is a popular pilgrim centre in Kodungallur in Thrissur district. According to hagiographical legends, it is claimed that the mosque was built in 629 CE by [Malik Bin Dinar.[1

It is claimed to be the first mosque to be built in India and the second in the world where Juma prayers were started.[2][3] It is claimed to be the oldest mosque in the Indian subcontinent which [is still in use.[4][better source needed][5][better source needed][6][better source needed

وہ اس کھوج میں رہے کہ یہ کیا معاملہ ہوا ہے،ان کے اپنے نجومی بھی کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکے۔ اسی دوران کچھ (مسلمان)عرب تاجر یہاں آئے تو ان سے رسول ﷺ کے بارے میں سنا تو اپنے بیٹے کو تخت پر بٹھا کر دوسرے عزیزوں کو سلطنت کی

ذمہ داریاں دے کر یہ (عرب) مسلمان تاجروں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلے گئے، وہاں اسلام قبول کیا اور تاج الدین رضا نام رکھا اور جاتے ہوئے ساتھ ادرک کا اچار بھی لے کر گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا: ''صحابہ رضی اللہ عنہم میں بھی تقسیم کیا، ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے بھی ایک ٹکڑا اچار کا ملا۔ (مستدرک حاکم)

تاج الدین (چیرامان پرومل) کچھ عرصہ وہاں رہے پھر اپنے وطن واپس آتے ہوئے سلالہ عمان میں فوت اور وہیں دفن ہوئے۔ فوت ہونے سے پہلے انھوں نے اپنے بیٹے کے نام مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کو خط دے کر بھیجا اور برہمندر کو مسجد بنانے کی ہدایت کی۔ یوں اس مسجد کا نام ''چیرامان مسجد'' پڑا۔ (تحفۃ المجاہدین، مصنف شیخ زید الدین مخدوم ۔ المستدرک حاکم، کیرالولیتھی (کیرالا کی تاریخ)، پرپچنگ آف اسلام، ہندوستانی مؤرخ متائل ف گووندا مینن سنکارا نارائن)

2005ء میں ہندوستانی صدر اے پی جے عبد الکلام اس کی تاریخی اہمیت کی وجہ سے اسے دیکھنے آئے۔ 14 اکتوبر 2009 کو عزت مآب ڈاکٹر عبد القدیر خان نے اس کے بارے لکھا۔ 2016 میں ہندوستانی وزیر اعظم نریندر مودی نے اس کی تاریخی اہمیت کی وجہ سے اپنے دورہ سعودی عرب کے دوران سعودی فرمانروا شاہ سلمان کو سونے سے بنا اس مسجد کا نمونہ پیش کیا تھا۔

* سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دور میں زیادہ تر فتنوں کے خاتمے کی طرف توجہ رہی۔
* سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں عمان کے گورنر عثمان بن ابی العاص نے ممبئی کی طرف لشکر بھیجا، اس جگہ کا نام ''تھانہ'' ہے۔
* سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے باضابطہ مکران کی طرف مہم بھیجی۔
* سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی دور میں 662ء میں قلات کی طرف آپ رضی اللہ عنہ کے شاگرد دیا ساگر کو بھیجا گیا۔
* 711ء کو محمد بن قاسم رحمہ اللہ نے سندھ پر حملہ کیا۔ 712ء میں 18 جون کو سندھ فتح کیا اس وقت سندھ کے ساتھ بلوچستان اور ملتان کے علاقے تھے۔ یہ بنو امیہ کا دور تھا۔ 40

سال تک یہ خطہ بنو امیہ کی حکمرانی میں شامل رہا۔ یہاں سے سندھ، بلوچستان اور ملتان کا خراج باقاعدگی سے مرکزی بیت المال میں جاتا رہا۔

* خلیفہ خامس عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کے دور میں ان علاقوں میں اشاعت اسلام کا کام سب سے زیادہ ہوا۔ جب انھوں نے کچھ داعیوں کو اشاعتِ اسلام اور تبلیغِ اسلام کے لیے ان علاقوں میں بھیجا۔ اس کے بعد بنو عباس کے دور میں 35 سال یہ علاقہ خلافت عباسیہ کا حصہ رہا۔ اس طرح یہ تمام علاقہ تقریباً 75سال تک خلافت اسلامیہ کا حصہ رہا۔ پھر ان علاقوں پر نظاری عرب جن کا تعلق حجاز سے تھا اور قحطانی عرب جو یمن سے تھے جو سندھ میں آباد تھے انھوں نے خود مختاری کا اعلان کر دیا اور باری باری ان علاقوں میں 200سال تک حکمران رہے۔
* 997ء تک یہ علاقہ بنو امیہ دمشق اور بنو عباس کی خلافت میں مدینۃ السلام بغداد کے گورنروں کے زیر اثر رہا۔
* 712ء سے لے کر 1857ء تک اس شمال مغربی حصے پر کبھی ہندوؤں کی حکومت نہیں رہی۔ اس علاقے میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت سے لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوئے۔ ان علاقوں میں مسلمان تقریباً 800سال حکومت کرتے رہے۔
* 768ء تا 773ء گورنر سندھ ہشام نے کشمیر پر حملہ کیا۔
* 1001ء میں سبکتگین کے بہادر بیٹے محمود غزنوی نے جے پال کو شکست دے کر دوبارہ پشاور حاصل کر لیا۔
* 1185ء تک غزنی خاندان کی حکومت رہی۔
* 1186ء میں شہاب الدین غوری نے لاہور پر قبضہ کیا۔
* 1192ء میں شہاب الدین غوری نے تراوڑی کے میدان میں پرتھوی راج چوہان کو شکست دی۔
* 1201ء میں محمد بن بختیار خلجی نے بنگال پر قبضہ کیا۔
* 1210ء تا 1290ء تک خاندان غلاماں حکمران رہے۔
* 1290ء تا 1320ء سلاطینِ خلجی حکمران رہے۔ انھوں نے 31سال تک حکومت کی۔
* اس کے بعد تغلق آئے انھوں نے 94سال تک حکومت کی، پھر ساداتِ خضر خان وغیرہ

انھوں نے 73سال تک حکومت کی، 1451ء تک 1526ء لودھی خاندان کی حکومت 75سال تک رہی۔

* 1450ء میں لودھی خاندان کے دور میں پٹھان ہندوستان آئے۔
* پندرہویں صدی کے آخر میں گرونا نک نے کرتار پور نارووال میں سکھ مذہب کی بنیاد رکھی۔
* 1526ء تا 1530 ظہیر الدین بابر نے ابراہیم لودھی کو پانی پت کی پہلی لڑائی میں شکست دے کر مغلیہ سلطنت کی بنیاد رکھی۔ 1526ء تا 1857ء تک 330 سال تک مغلیہ سلطنت رہی۔
* 1612ء میں جہانگیر کے دور میں اس کی تاریخی غلطی کی وجہ سے انگریز نے سورت میں تجارتی کوٹھی قائم کرنے کی اجازت حاصل کی۔
* 1624ء تک شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ نے کلمہ حق بلند کیے رکھا۔
* 1658ء تا 1707ء میں اورنگزیب عالمگیر نے 49سال کے قریب تقریباً پورے برصغیر پر حکومت کی۔
* 1756ء میں علی وردی خان گورنر گریٹر بنگال نے وفات پائی۔ اس وقت بنگال میں بہار ،اڑیسہ اور آسام کے اکثر علاقے شامل تھے۔
* 1757ء میں اپنوں کی غداری اور انگریز کی عیاری کی وجہ سے بنگال میں شکست ہوئی۔
* 1724ء تا 1948ء ریاستِ حیدر آباد دکن کی ملی خدمات۔
* 1761ء میں احمد شاہ ابدالی نے پانی پت کی تیسری لڑائی میں مرہٹوں کو شکست دی۔
* 1762ء 20اگست تک شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ محدث دہلوی نے ملت اسلامیہ کی رہنمائی اور حفاظت کا سامان کیا۔
* 1765ء تک انگریز کو بنگال، بہار اور اڑیسہ کی دیوانی سند مل گئی تھی۔
* 1799ء کو شیر میسور ٹیپو سلطان شہید کو اپنوں کی غداری و بے وفائی کی وجہ سے شہادت نصیب ہوئی مگر تاریخِ حریت میں نئے سنہری باب کا اضافہ ہو گیا۔
* 1799ء تا 27 جون 1839ء تک رنجیت سنگھ نے 40 سال تک حکومت کی۔
* 1802ء سے تا 1955ء ریاستِ بہاولپور کی خدمات۔

* 1803ء میں انگریز ٹیپو سلطان کی شہادت کے صرف چار سال بعد ہی دہلی پر قابض ہو گئے۔
* 1818ء میں شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ محدث دہلوی کی تحریک پر سید احمد شہید رحمہ اللہ نے شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ کو ساتھ لے کر تحریکِ دعوت اصلاح و جہاد شروع کی۔
* 1826ء میں سیدین قبائلی علاقوں میں لمبا سفر کر کے پہنچے۔
* 1830ء میں سید احمد شہید رحمہ اللہ نے پشاور میں اسلامی حکومت قائم کی۔
* 1831ء 6 مئی بروز جمعۃ المبارک کو سیدین بالاکوٹ میں شہادت پا گئے۔
* 1843ء علمائے صادق پور مولانا ولایت علی اور مولانا عنایت علی اور ان کے خاندان نے سیدین کی شہادت کے بعد خوب جانشینی کی۔ زندانوں، کالے پانیوں کو بھی آباد کیا، خاندانی جائیدادیں بھی ضبط کروائیں مگر میدانِ جہاد کی قیادت کے ساتھ ساتھ قیامِ پاکستان تک مال و افراد جہاد کے لیے مسلسل پہنچاتے رہے۔
* لاہور مسجد چینیاں والی مجاہدین کا مرکز رہی۔
* 1846ء میں 16 مارچ بمطابق 17 ربیع الاول 1262ہجری کو بیع نامہ امرتسر ہوا، 75 لاکھ نانک شاہی سکوں کے عوض۔
* 1846ء اپریل میں مولانا عنایت علی رحمہ اللہ کی قیادت میں مظفر آباد کے پڑوس میں اسلامی حکومت قائم کی گئی۔ مولانا عنایت علی رحمہ اللہ نے جنگِ آزادی 1857ء میں مختلف جگہوں پر مختلف لوگوں کی ذمہ داریاں لگا کر جنگِ آزادی کو قوت بخشی۔ ڈاکٹر ڈبلیو ہنٹر کے بقول اس جہاد میں مسلمانوں کے جہادی (وہابی) ایک لاکھ لوگ شہید ہوئے۔
* 1857ء کی جنگ آزادی میں بہتر منصوبہ بندی کی کمی، اپنوں کی بزدلی کی وجہ سے لال قلعہ تک محدود مغل بادشاہت کا خاتمہ ہو گیا۔
* 1857ء جنرل بخت خان کی قیادت، علماء سے فتویٰ اور جنگِ آزادی میں سنہرا کردار۔
* انگریز نے 1857ء کی جنگ آزادی کے الزام میں مسلمانوں کا جینا مشکل ترین بنا دیا تھا۔ مسلمانوں کی املاک، جائیداد، عہدے، نوکریاں اور کاروبار ختم کر دیے گئے۔

* 1857ء کی جنگِ آزادی کے جرم میں ڈاکٹر تاراچند کے بقول مسلمان کے فرقہ اہل حدیث نے پانچ لاکھ مسلمانوں کی قربانی دی۔
* 1857 معرکہ شاملی میں علمائے کرام کا کردار۔
* 1818ء سے 1947ء تک ریاست بھوپال کی ملی ودینی خدمات خصوصاً خواتین حکمرانوں کی۔
* 1853ء 21 نومبر تا 18 جون 1858ء لکشمی بائی (جھانسی کی رانی) کی جنگِ آزادی وانگریز کے خلاف مسلمانوں کی مدد سے خدمات۔
* 1800ء تا 1862ء بنگال میں تیتو میر، حاجی شریعت اللہ، مولانا عنایت علی اور دودھو میاں نے بھی مسلمانوں کے لیے عظیم کردار ادا کیا۔
* 1850ء میں مدرسہ رحیمیہ دہلی اور اس کے شیخ الحدیث مولانا سید نذیر حسین دہلوی صاحب رحمہ اللہ کی عظیم علمی، اصلاحی اور جہادی خدمات۔ 1862ء تا 29 نومبر 1902ء تقریباً 40 سال تک مجاہدین کے امیر مولانا عبداللہ ولد مولانا ولایت علی صادق پوری کی ملی خدمات۔
* سرسید احمد خان نے تحریک علی گڑھ شروع کر کے مسلمانوں کے لیے عظیم کردار پیش کیا۔
* 1863ء مولانا عبداللہ کی قیادت میں انگریز کے خلاف ''جنگِ امبیلہ'' میں انگریز کی خوب جگ ہنسائی ہوئی۔ انگریز نے مجاہدین، ان کے گھرانوں اور ان کے ہمدردوں پر ظلم وبربریت سے اپنی جنگِ امبیلہ میں رسوائی کا بدلہ لیا، یعنی میدانِ جنگ میں پٹنے کا بدلہ نہتے لوگوں سے لیا۔
* نواب محسن ملک نے اردو کے لیے تحفظ ومسلمانوں کے لیے بہترین کردار ادا کیا۔
* 1845ء میں سندھ میں مدرسۃ الاسلام کا آغاز کیا گیا۔
* 1866ء 30 مئی کو دارالعلوم دیوبند کا افتتاح ہوا۔
* 1867ء میں ہندوؤں نے اردو زبان کے خلاف شدت سے تحریک شروع کی۔
* 1875ء میں ہندوؤں کی جماعت آریہ سماج قائم ہوئی۔
* 1882ء میں بنکم چندر چٹرجی نے آنند مٹھ کے نام سے ناول لکھا اور اس میں بندے

ماترم نامی مسلم مخالف گیت بھی تھا۔

* 1884ء 24 ستمبر کو انجمن حمایتِ اسلام اندرونِ موچی دروازہ میں ایک مسجد قائم کی گئی۔
* 1885ء 28 دسمبر کو انڈین نیشنل کانگریس کی بنیاد رکھی گئی۔
* 1900ء میں قائد اعظم نے ممبئی میں بطور جج خدمات سرانجام دیں۔
* 1905ء میں انگریز نے انتظامی وجوہات کی بنا پر بنگال کو تقسیم کیا۔مسلمانوں کو اس کا فائدہ ہوا۔ ہندوؤں کو لگا یہ مسلم سٹیٹ کی طرف قدم ہے اس پر ہندوؤں نے پر تشدد مظاہرے شروع کیے۔ تقسیمِ بنگال کی بھرپور مخالفت کی۔
* 1906ء ڈھاکہ میں مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔
* 1908ء میں مسلم لیگ لندن شاخ کا قیام عمل میں آیا۔
* 1909ء میں منٹو مارلے اصلاحات یا گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔
* 1910ء میں قائد اعظم رحمہ اللہ ممبئی میں مسلمانوں کے مخصوص حلقے سے مرکزی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔
* 1911ء میں انگریز نے ہندوؤں کے پریشر اور پر تشدد مظاہروں کی وجہ سے تقسیمِ بنگال کا فیصلہ واپس لے لیا۔
* 1913ء میں قائد اعظم رحمہ اللہ کی مسلم لیگ میں شمولیت۔
* 1914ء تا 1918ء جنگِ عظیم اول۔
* 1915ء میں ہندو مہاسبھا پنڈت مدہن موہن نے قائم کی۔
* برلن جرمنی میں اور جاپان کی مدد سے بھی آزاد حکومتیں قائم ہوئیں تھیں۔
* 1915ء یکم دسمبر جلاوطن حکومت کا (کابل میں) قیام ،صدر راجہ مہندر پرتاب بنائے گئے۔مولانا برکت علی بھوپالی وزیر اعظم ،مولانا عبید اللہ سندھی وزیر داخلہ ، مولانا محمد علی قصوری وزیر خارجہ ،مولانا محمد بشیر کو وزارت دفاع پر مامور کرنے کے علاوہ یاغستان سے لشکر تیار کرنے کا ذمہ دار بنایا گیا۔

* 1916ء میں قائد اعظم رحمہ اللہ کی کوششوں سے مسلم لیگ اور کانگریس میں میثاقِ لکھنو ہوا۔
* 1919ء مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔
* 1919ء سانحہ جلیانوالا باغ پیش آیا، جنرل ڈائر نے قتل عام کیا۔
* 1920ء میں تحریکِ خلافت شروع ہوئی۔
* 1920ء 20 جولائی کو ترک موالات کا فتویٰ و تحریک۔
* 1920ء میں ہی تحریک ہجرت شروع ہوئی۔
* 1920ء 29 اکتوبر جامعہ ملیہ اسلامیہ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔
* 1920ء میں قائد اعظم رحمہ اللہ کی ہوم رول لیگ اور کانگریس سے علیحد گی۔
* 1921ء میں علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دے دیا گیا۔
* 1921ء جولائی میں سودیشی تحریک شروع ہوئی۔
* 1921ء میں موپلا بغاوت ہوئی۔
* 1921ء نومبر میں سول نافرمانی کی تحریک شروع ہوئی۔
* 1923ء میں تحریکِ خلافت گاندھی کی تنگ نظری کی وجہ سے ختم ہوئی۔
* 1925ء 27 دسمبر کو ناگپور مہاراشٹر میں آر ایس ایس کا قیام عمل میں آیا۔
* 1927ء دہلی مسلم تجاویز قائد اعظم رحمہ اللہ کی مصالحت کی ایک اور کوشش۔
* 1928ء سائمن کمیشن۔
* 1928ء نہرو رپورٹ میں کانگریس کی مسلم دشمنی پر مبنی نقطہ نظر کی ترجمانی کی گئی۔ جس نے میثاقِ لکھنؤ، دہلی مسلم تجاویز کی نہ صرف روح کو مجروح کیا بلکہ ہندتوا کا اصل چہرہ سامنے کھول کر رکھ دیا۔
* 1929ء 29 دسمبر کو مجلس احرارِ ہند قائم ہوئی۔ صدر سید عطا اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ اور جنرل سیکرٹری مولانا سید داؤد غزنوی رحمہ اللہ مقرر ہوئے۔
* 1928ء 29 آل پارٹیز مسلم کانفرنس۔

* 1930ء علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے خطبہ الٰہ آباد میں ہندوستان کی تقسیم اور آزاد اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ کیا۔
* 1930ء تا 1932ء گول میز کانفرنس لندن (تین اجلاس) حکومتِ برطانیہ کی طرف سے کسی متفقہ آئینی حل پر پہنچنے کی ایک کوشش۔
* 13جولائی 1931ء ''یومِ شہدائے کشمیر''
* 1931ء میں علامہ اقبال نے تحریک کشمیر شروع کی۔
* 1935ءگورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ۔
* 1935ء قائد اعظم رحمۃ اللہ نے مسلم لیگ کی تنظیمِ نو کا آغاز کیا۔
* 1936ء میں 21جون کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ نے پنڈت جواہر لال نہرو کے نام خط لکھا کہ ''احمدی'' اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔
* 1937ء فروری کے الیکشن میں مسلم لیگ کی ناکامی، ہندوستان کے گیارہ صوبوں میں سے آٹھ میں کانگریس یا اس کی حامی حکومتیں قائم ہوئیں۔جنھوں نے رام راج کی طرف قدم سمجھ کر مسلمانوں پر ظلم و جبر کی انتہا کر دی۔ واردھا سکیم، ودیا مندر جیسی مسلم دشمن سکیمیں شروع کر دیں تا کہ متحدہ قومیت کے نام پر نصاب تعلیم کے ذریعے مسلمانوں کو ہندوؤں کے نمک کی کان میں تحلیل کیا جا سکے۔
* 1937ءمسلم سٹوڈنٹ فیڈریشن نے علامہ اقبال کے مشورے پر آزاد اسلامی ریاست کا مطالبہ اپنے آئین میں شامل کر لیا۔
* 38، 1937ء کانگریسی حکومت کے خلاف عوامی تحریک۔
* 1938ء میں قائد اعظم رحمۃ اللہ کی قیادت میں سندھ مسلم لیگ نے تقسیمِ ہند کی قرارداد منظور کی۔
* 1939ء اکتوبر میں کانگریسی وزارتیں حکومت سے اختلافات اور عوامی پریشر کی وجہ سے مستعفی ہو گئیں۔

- 1939ء 22 دسمبر کو قائد اعظم کی اپیل پر مسلمانوں نے یومِ نجات منایا۔
- 1940ء میں 23مارچ کو قرار دادِ پاکستان اور قرار دادِ فلسطین لاہور میں منظور کی گئیں۔
- 1941ء23 مارچ کو کوئٹہ میں یومِ پاکستان منایا گیا۔ چندے کی اپیل پر ایک شخص نے پانچ ہزار تولہ چاندی قائد اعظم کی خدمت میں نام ظاہر نہ کرنے کی درخواست پر پیش کی۔
- 1942ء کرپس مشن کی آمد اور ناکامی ۔
- 1943ء بلوچستان میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن قائم ہوئی اس کے پہلے اجلاس کی صدارت قائد اعظم رحمہ اللہ نے کی۔
- 1943ء جولائی میں خاکسار تحریک کے ایک رکن رفیق صابر نے ممبئی میں قائد اعظم رحمہ اللہ کے گھر جاکر ان پر خنجر سے قاتلانہ حملہ کیا۔
- 1943ء مارچ کو سندھ اسمبلی نے قیامِ پاکستان کی قرار داد منظور کر لی۔
- 1944ء 28 ستمبر کو گاندھی نے کہا کہ پاکستان کا مطلب ہے ''خنجروں سے خونی جنگ''
- 1945ء جون میں شملہ کانفرنس میں وائسرائے لارڈ ویول اور ہندوستانی لیڈر کسی متفقہ آئینی حل پر پہنچنے میں ناکام ہو گئے۔
- 1945ء دسمبر میں مسلمانوں کی مرکزی اسمبلی کی مخصوص نشستوں پر مسلم لیگ کی تاریخی کامیابی۔
- 1946ء جنوری میں صوبائی اسمبلی کی مخصوص مسلم نشستوں پر مسلم لیگ کی شاندار کامیابی۔
- 1946ء 9اپریل کو قائد اعظم رحمہ اللہ نے مسلم لیگ کے عہدِ جانثاری پر خود دستخط کیے (PLEDGE OF SACRIFICE) پر۔
- 1946ء کابینہ مشن کا منصوبہ ہندوستان کے آئینی مسئلے کے حل کی ایک اور برطانوی کوشش۔
- 1946ء اگست ڈائریکٹ ایکشن ڈے مسلم لیگ نے پورے ہندوستان میں اپنی طاقت کا عوامی مظاہرہ کیا۔
- 1946ء ستمبر میں مسلم لیگ نے عبوری حکومت میں شرکت کی۔

* 1946ء میں قائداعظم رحمۃ اللہ نے ''اورینٹ ائیر ویز'' کے نام سے دنیائے اسلام کی پہلی فضائی کمپنی بنوائی۔ دیگر مسلم سرمایہ داروں کی حوصلہ افزائی کے لیے اس کمپنی کے 25ہزار حصص خریدے۔
* 1947ء 20 فروری کو حکومت برطانیہ نے تقسیمِ ہند جون 1948ء کو کرنے کا فیصلہ کیا۔
* 1947ء 3 جون کو مسلم مخالف سازش کے تحت تقسیمِ ہند اگست 1947 میں ہی کرنے کا حتمی اعلان کر دیا گیا۔
* 2جولائی 1947ء کو کانگریس کی ڈیمانڈ پر صوبہ سرحد میں ریفرنڈم کروایا گیا۔ 99فیصد مسلمانوں نے پاکستان کے حق میں ووٹ دیا۔
* 1947ء جولائی میں کولکتہ میں تین کروڑ کی لاگت سے مسلم کمرشل بنک کا آغاز کیا اور عالمِ اسلام کی پہلی جہاز ران کمپنی قائم کروائی ''محمدی اسٹیم شپ کمپنی'' کے نام سے۔
* 1947ء19جولائی کو مسلمانانِ جموں کشمیر نے سرینگر میں الحاقِ پاکستان کی قرارداد پاس کی۔
* 1947ء28جولائی کو قائداعظم رحمۃ اللہ نے والیٔ سوات کو خط لکھ کر تعاون کرنے کا اقرار کیا تھا۔
* 1947ء کو قائداعظم رحمۃ اللہ کے حکم پر ماسٹر الطاف حسین نے ہاتھ سے پاکستان کا جھنڈا بنایا۔ ماونٹ بیٹن نے اپنی طرف سے بھی جھنڈے بنا کر پیش کیے جو مسترد کر کے صرف پاکستان کے اسلامی پرچم کو ہی تسلیم کیا گیا۔
* 1947ء اگست کو قائداعظم رحمۃ اللہ ممبئی سے طیارے میں سوار ہو کر اچی پہنچے۔
* 1947ء11 اگست کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔
* 1947ء13 اگست کو آخری برطانوی وائسرائے لارڈ مونٹ بیٹن سرزمینِ پاکستان پر برطانوی اقتدار کے آخری سورج کو ڈوبتا ہوا دیکھنے کے لیے کراچی پہنچا۔
* 1947ء14 اگست کو انتقالِ اقتدار کی تاریخی پروقار تقریب میں قائداعظم رحمۃ اللہ نے

کراچی میں پاکستان کے پہلے گورنر جنرل کی حیثیت سے اپنے عہدے کا حلف اٹھایا۔

* 14 اگست 1947ء کو پاکستان وجود میں آیا، محمد بن قاسم رحمہ اللہ نے جب سندھ فتح کیا تو بھی رمضان المبارک کی 27ویں رات تھی۔ 14اگست کی رات ریڈیو پاکستان لاہور سے مصطفیٰ علی حمدانی کی آواز میں یہ اعلان نشر ہوا۔ السلام علیکم، پاکستان براڈکاسٹنگ سروس، ہم لاہور سے بول رہے ہیں۔''
* 712ء کے رمضان المبارک کی 27ویں رات کو سندھ فتح ہوا اور 1947ء کے رمضان المبارک کی 27 ویں رات، 1366 ہجری شب جمعہ کو 14 اگست 1947ء کو پاکستان وجود میں آیا۔ ڈھاکہ مشرقی پاکستان میں پاکستان کا جھنڈا ''مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب'' نے جبکہ کراچی مغربی پاکستان میں پاکستانی جھنڈا ''مولانا شبیر احمد عثمانی صاحب'' نے لہرایا۔

قیامِ پاکستان کا مقصد:

* قائد اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا: پاکستان کا قیام جس کے لیے ہم گزشتہ 10سال سے مسلسل کوشش کر رہے تھے، اب خدا کے فضل سے ایک حقیقت کا روپ دھار چکا ہے لیکن ہمارے لیے ایک آزاد مملکت کا قیام آخری مقصود نہیں تھا بلکہ ایک عظیم مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ایک ایسی مملکت مل جائے جس میں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں اور سانس لے سکیں، جہاں اپنی روشنی اور ثقافت کے مطابق نشونما پا سکیں اور اسلام کے عدل عمرانی کے اصول آزادانہ طور پر روبہ عمل لائے جا سکیں۔
(خالق ویناحال، کراچی 11 اکتوبر 1947ء)
* قائد اعظم رحمہ اللہ نے اسلامیہ کالج پشاور میں فرمایا تھا کہ ہمیں محض ایک قطعہ زمین کے حصول کا شوق نہ تھا ہمیں تو رقبہ چاہیے تھا جسے ہم اسلام کی تجربہ گاہ بنا سکیں۔ جہاں اسلامی اصولوں کو آزما سکیں اور ثابت کرسکیں کہ اسلام کے اصول آج بھی ویسے ہی حق اور قابل عمل ہیں جیسے 1400 سال قبل تھے۔

* قائد اعظم رحمہ اللہ نے 30 اکتوبر 1947 کو یونیورسٹی گراؤنڈ لاہور میں فرمایا تھا کہ میں تم میں سے ہر ایک سے مطالبہ کرتا ہوں کہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنا دیں اور اس کی کوشش میں اپنا سب کچھ لٹا دیں۔
* قائد اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا: پاکستان کا حصول وحدتِ عالمِ اسلام کی طرف پہلا قدم ہے۔ پاکستان عالم اسلام کا قلعہ ہے۔

دو قومی نظریہ کی ابتدا

دو قومی نظریے کی بنیاد زمین پر نہیں بلکہ آسمان پر پڑی ہے۔قرآن پاک میں سورہ فاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک سیکڑوں آیات سے دو قومی نظریہ ثابت ہوتا ہے۔اسی طرح اسلامی تاریخ کے بے شمار واقعات سے بھی ثابت ہوتا ہے۔

دو قومی نظریہ ایک ازلی اور ابدی حقیقت ہے،اس کی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے جتنی خود بنی نوع آدم کی تاریخ۔قرآن حکیم اس امر کی شہادت دیتا ہے کہ اسلام کے تصورِ ملت کی بنیاد جناب آدم علیہ السلام کے روئے زمین پر قدم رکھنے سے پہلے رکھ دی گئی تھی۔حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (٣٨) وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ﴾

[البقرۃ:39،38]

’’اور ہم نے حکم دیا کہ تم سب اس (جنت) سے نیچے اتر جاؤ، پھر اگر تمھیں میری طرف سے کوئی ہدایت پہنچے تو تم میں سے جو میری ہدایت کی پیروی کریں گے ان کے لیے کوئی خوف ہوگا نہ غم۔ اور جو لوگ کفر کریں گے ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے سو وہی جہنمی ہیں اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول کرنے والے اور اس کا انکار کرنے والے یہی گروہ دراصل

دو ملتیں ہیں جنھیں قرآن حکیم نے مختلف مقامات پر مختلف ناموں سے پکارا ہے اول الذکر یعنی ہدایت یافتہ گروہ کو قرآنِ حکیم میں امتِ مسلمہ، ملت ابراہیمی، اصحاب الجنۃ، حزب اللہ، اصحاب الیمین، مصدقین، مسلمین، مومنین، مجاہدین، مخبتین، مقسطین اور اصحاب المیمنہ وغیرہ کہا ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسرے گروہ کے لیے ملت کفر، اصحاب الشیطان، اصحاب الشمال، مشرکین، مکذبین، ضالین، کافرین اور مدہنون جیسی اصطلاحات استعمال کی گئی ہیں۔

ملتِ اسلامیہ اور ملتِ کفر کے درمیان امتیاز و تفریق کی وجہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' ہے۔ جو محض کلمہ نہیں ہے یہ ایک دین ہے یعنی ایک نظامِ زندگی کا منشور اساسی ہے اور یہ وہی دین (نظام حیات) ہے جسے اللہ تعالی نے ''الدین'' قرار دیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ان الدین عند اللہ الاسلام﴾ بے شک اللہ کے نزدیک قابل اعتبار نظامِ زندگی صرف اور محض اسلام ہے۔یعنی مکمل فرماں برداری ہے۔ جو بھی فرماں بردار ہو گا وہ بلا نسل، زبان، خطہ زمین یا دیگر مفاداتی تقسیم ملت مسلمہ کا فرد ہو گا۔

اسلام کسی ایسے اجتماعی نظام کو قبول نہیں کرتا جس کی بنیاد ''لا الہ الا اللہ'' کے سوا کسی دوسرے اصول پر رکھی گئی ہو۔ اس لیے اسلام نسل، زبان، خطہ زمین یا مختلف قسم کے مفادات کو کسی قومیت کی بنیاد پر تسلیم کرنے سے انکار کرتا ہے،البتہ بطورِ تعارف قابل قبول ہے۔

نظریہ پاکستان کے پس منظر میں دو قومی نظریہ کارفرما ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ برصغیر میں دو بڑی قومیں مسلمان اور ہندو آباد ہیں۔جن کا اندازِ فکر، تصورِ حیات، مزاج اور نصب العین ایک دوسرے سے قطعی مختلف ہے۔ ان دونوں قوموں کے دین، مذہب تہذیب، تمدن اور روایات و اقتدار میں اس قدر اختلاف پایا جاتا ہے کہ دونوں کا ایک جگہ اکٹھے رہنا ناممکن ہو گیا تھا۔

دونوں قوموں کے نظریے میں زمین و آسماں کا فرق ہے۔ اسلام ایک خاص نظریہ ہے یہ نظریہ ہندو مت سے بالکل مختلف اور جداگانہ ہے۔ اسی خاص نظریے کی وجہ سے مسلمانانِ برِصغیر اپنے آپ کو ایک قوم سمجھتے تھے۔مسلمانوں کے اس قومی تشخص کا نتیجہ تھا کہ ہندو، مسلم

صدیوں اکٹھے رہنے کے باوجود دونوں قومیں معاشرتی طور پر یکجانہ ہوسکیں اور اسی طرح ان میں مشترک قومیت کا تصور پروان نہ چڑھ سکا۔مسلمانوں کی آمد سے قبل جتنے بھی (مذاہب) حملہ آور برِ صغیر میں وارد ہوئے وہ اپنے قومی نظریے کو قائم نہ رکھ سکے۔(لیکن یہ اسلام کی رواداری تھی کہ مسلم حکمرانوں کے تحت غیر اسلام ادیان کے ماننے والے بدستور اپنی شناخت کو متواتر قایم رکھ سکے۔) اس طرح وہ اپنا قومی تشخص اور جداگانہ شناخت کھو گئے۔ان کے نظریات، اندازِ فکر، تصورِ حیات اور نصب العین کو ہندومت نے نگل کر نیست و نابود کر دیا(ہندو مذہب نے دیگر مذاہب کو اپنی ہندوتوا کی نمک کی کان میں تحلیل کرلیا)۔مسلمانوں کو بھی ہندوؤں نے متحدہ قومیت کا درس دے کر ان کی انفرادیت اور تشخص کو فنا کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کی لیکن دینِ اسلام نے مسلمانوں کو فنا ہونے سے بچا لیا۔الحمدللہ!

ہندوؤں کا نظریہ ہے کہ برصغیر میں صرف ایک قوم بستی ہے وہ قوم ہندو ہے۔ ہندو یہ نظریہ وطن کی بنیاد پر پیش کرتے ہیں۔ ان کا نعرہ ہے کہ ہندوستان صرف ہندوؤں کا ملک ہے۔ ہندوؤں نے اس نعرے کے ذریعے مسلمانوں سے قبل آنے والی قوموں کو اپنے اندر ضم کر کے ان کے الگ تشخص کو مٹا دیا تھا۔اسلام ''قومیں اوطان سے بنتی ہیں'' کے نظریے کو غلط قرار دیتا ہے اور اسلام قوم کی بنیاد وطن کی بجائے نظریہ اسلام پر رکھتا ہے۔نظریہ وطنیت کی عمر اتنی تھوڑی ہے اور یہ رشتہ اتنا کمزور ہے کہ اسلام نے اسے ہمیشہ کے لیے رد کر دیا۔ اسلام ملت کی بنیاد نظریہ اسلام پر رکھتا ہے۔ اسلام میں عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر کوئی برتری حاصل نہیں۔

بُتان رنگ و خون کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی نہ ایرانی نہ افغانی

(اقبال)

India is a continent of human groups belonging to different races, speaking different languages, and professing different religions [...] Personally, I would like to see the Punjab, North-West

Frontier Province, Sind and Baluchistan amalgamated into a single state. Self-government within the British Empire, or without the British Empire, the formation of a consolidated North-West Indian Muslim State appears to me to be the final destiny of the .Muslims, at least of North-West India

Muhammad Iqbal, Allahabad Address—

ہندوستان ایک ایسا وطن ہے جہاں پر مختلف نسل، زبان اور مذہب کے لوگ بستے ہیں۔ میں چاہوں گا کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان ایک خود مختار ریاست، برطانیہ کے تحت یا آزاد وجود میں لانا ہماری حتمی منزل ہو۔ (علامہ محمد اقبال خطاب الہ آباد 1930ء)

* قائد اعظم رحمۃ اللہ نے فرمایا: ہم مسلمان اپنی تابندہ تہذیب اور تمدن کے لحاظ سے ایک قوم ہیں۔ زبان و ادب، فنون لطیفہ، فنِ تعمیر، نام ونسب، شعور، اقدار، توازن، قانون واخلاق، رسم ورواج، تاریخ، روایات اور رجحان و مقاصد بلکہ ہر ایک لحاظ سے ہمارا اپنا انفرادی زاویہ نگاہ اور فلسفہ حیات ہے۔ بین الاقوامی قانون کی ہر تعریف کی رو سے مسلمان ایک جداگانہ قوم ہیں۔ (23 مارچ 1940۔ کم جولائی 1942)

All India Muslim League Working Committee
March 23, 1940

پاکستان اسی دن وجود میں آ گیا تھا جس دن ہندوستان میں پہلا ہندو مسلمان ہوا تو وہ برصغیر میں تب کی امت مسلمہ کا نمائندہ تھا۔ یہ اس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت ابھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمہ توحید پر ہے وطن اور نسل پر نہیں، جب ہندوستان کا پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ اپنی پہلی قوم کا فرد نہیں رہا بلکہ ایک جداگانہ قوم کا فرد بن گیا۔ ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آ گئی۔ (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، 8مارچ 1944ء)

Mohmmad Ali Jinnah with Kashmiri Alumnai of Aligharh University in Sirnagar 1944

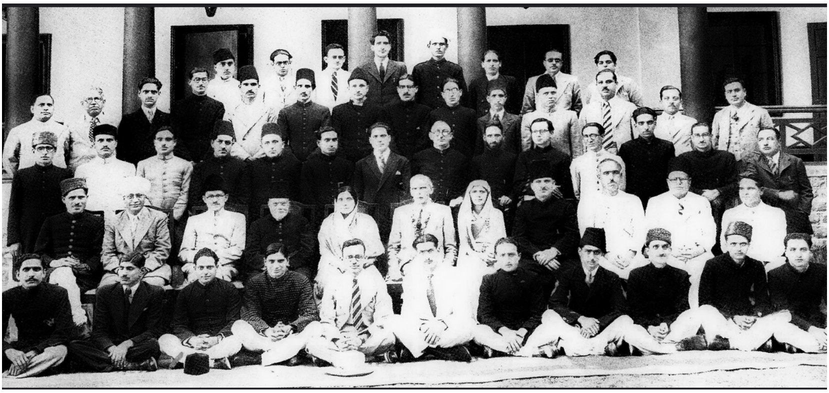

Mohmmad Ali Jinnah With The Students of Aligarh Muslim University 1941

* قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان نظریہ پاکستان کی مکمل ترین وضاحت ہے۔کلمہ توحید کی بنیاد پر قومیت کا تصور اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔اس عقیدے کو دوسرے لفظوں میں دو قومی نظریہ ہی کہا گیا ہے۔یہ عقیدہ یہ نظریہ کیا ہے؟ اس کو سمجھے بغیر نظریہ پاکستان کا مفہوم ہی سمجھ آسکتا ہے نہ قیامِ پاکستان کی طویل اور جان لیوا جد وجہد کو سمجھا جاسکتا ہے۔
* ہندتوا کی تنگ نظری انسانیت شکنی کو پڑھ کر،دیکھ کر اور قرآنی آیات کو پڑھ کر ان الزامات کی بھی نفی ہوتی ہے کہ دو قومی نظریہ غیر اسلامی ہے، یا یہ کہ مسلم لیگ اور انگریزوں نے دو قومی نظریہ بنایا۔اس کے علاوہ ان لوگوں کی سوچ کی بھی نفی ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ تعصب، حسد اور بغض نے دو قومی نظریہ کو پروان چڑھایا یا اس کے علاوہ وڈیروں،نوابوں، جاگیرداروں اور بے ریش سیکولر لوگوں نے دو قومی نظریہ بنایا۔
* قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم ایک قوم ہیں اور ایک قوم کو رہنے کے لیے علاقہ چاہیے۔محض یہ دہراتے رہنے سے آخر کیا حاصل ہے کہ ہم ایک قوم ہیں؟ قوم ہوا میں نہیں رہ سکتی وہ زمین پر رہتی ہے اور اس زمین پر اس کی حکمرانی ہونی چاہیے۔قوم کو مخصوص علاقے میں آزاد مملکت چاہیے اور آپ یہی تو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔(پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب 01 مارچ 1941)

Quaid-i-Azam, leaders of the nation, brothers and sisters, I, on" behalf of the committee of reception and all Muslims of Lahore, sincerely welcome you people who accepted the trouble to come to this historical city of Lahore on the invitation of the Federation. You are no doubt a source of inspiration for our young members. On behalf of all members, I thank you with the depth "of my heart

Quaid-i-Azam appreciated the holding of Pakistan Conference and said, 'Today is 1st March; my advice to you is March on for Pakistan. After the Quaid's speech, the resolution of Pakistan Conference was passed which contained the following message:

This Conference of the PMSF, whole heartedly supports the Lahore Resolution popularly known as the Pakistan Resolution, adopted by the All India Muslim League on March 23, 1940…. This Conference further declares that it will do everything which it could to achieve the goal of Muslims of India.26

وہ علاقہ جو پاکستان کہلاتا ہے پانچ ہزار سال پہلے دنیا کی ایک عظیم الشان تہذیب کا گہوارہ تھا۔ اس تہذیب کو جدید محققین نے ''وادی سندھ کی تہذیب'' کا نام دیا ہے بعد کے دور میں یہ علاقے انتہائی جفاکش اور بہادر لوگوں کا مسکن بنے جنہوں نے اپنی جنگجویانہ صلاحیتوں اور جذبہ حریت کے باعث تاریخ کو نیا رخ عطا کیا۔ ان بہادر حریت پسندوں نے وسیع سلطنتیں قائم کیں۔

مؤرخین اس بات پر متفق ہیں کہ پاکستان کی سرزمین تاریخ کے کسی قابلِ ذکر دور میں ''بھارت ورش'' کا حصہ نہیں رہی۔ چندر گپت موریہ، اشوک، مغل حکمرانوں یا انگریزوں نے اگر اپنی فوجی قوت کے بل پر اسے ''بھارت ورش'' میں شامل کرنے کی کوشش کی تو یہ اتحاد عارضی ثابت ہوا اور یہ زیادہ دیر تک نہ چل سکا۔ راجپوتوں کی تاریخ کے 500 سالہ دور میں اس علاقے کی جداگانہ حیثیت برقرار رہی۔ 1739 میں نادر شاہ کے حملے کے بعد اس علاقے کا تعلق ''بھارت ورش'' سے ٹوٹ کر ایران سے قائم ہوگیا۔

جموں کشمیر

جموں کشمیر کے بغیر پاکستان مکمل نہیں ہوتا کیونکہ ① کلمہ کا لازوال رشتہ ہے۔ ② تمام قدرتی راستے پاکستان سے ملتے ہیں، صدیوں سے یہی استعمال ہوتے ہیں۔ ③ کشمیری، راولپنڈی اور پاکستان کی منڈیوں میں ہی اپنا سامانِ تجارت بھیجتے تھے۔ ④ 82فیصد سرحدیں پاکستان اور چین کے ساتھ ملتی تھیں اور صرف 18فیصد ہندوستان کے ساتھ۔ برصغیر کی تقسیم کے جو دو اصول طے ہوئے تھے: ① مذہبی اکثریت۔ ② جغرافیائی قربت دونوں کے لحاظ سے جموں کشمیر پاکستان کا حصہ بنتا ہے۔ ⑤ اسلامی ثقافت کا رشتہ ہے، اس سرزمین پاکستان

کو سراب اور شاداب کرنے والے تمام دریاؤں کے سر چشمے کشمیر میں ہیں۔ بدقسمتی سے 77 فیصد مسلم آبادی کے اس جنت نظیر خطے کا بہت بڑا حصہ دشمن کے قبضے میں ہے۔ جموں کشمیر پر غیر قانونی، غیر اخلاقی، غیر انسانی ہندوستانی یلغار کے بعد قائداعظم رحمہ اللہ نے کشمیر میں اپنے لوگوں کو لڑنے کے لیے بھیجا۔

مقبوضہ جموں کشمیر میں جہاد کے لیے فتاویٰ 1947ء میں

* لاہور سے مولانا مختار اللہ میرک شاہ نے نے کہا: چونکہ کشمیر کے کمزور مسلمان مرد عورتیں بچے کفار سے عاجز ہو کر فریاد کر رہے ہیں۔ ان کی رہائی اور اسلام کے اعزاز اور کفر کے استیصال کے لیے باقاعدہ اجازت کے ماتحت ایک باقاعدہ اسلامی فوج یہ جنگ کر رہی ہے۔ لہٰذا قرآن مجید کی رو سے اس کے جہاد شرعی ہونے میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اس فتوی پر ابوالحسنات مولانا محمد احمد قادری، مولانا احمد علی اور مولانا سید نورالحسن بخاری نے تائیدی دستخط کیے تھے۔ اسی طرح شہزادہ باچہ صاحب امیر شریعت قبائل محسود وزیرستان کا بھی ایک چودہ نکاتی فتویٰ شائع ہوا جس میں کشمیر کی لڑائی کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دیا گیا۔ اس فتویٰ کا تیرھواں نکتہ یہ تھا کہ ترکِ جہاد کا کلمہ منہ سے نکالنا لوگوں کو جہاد سے باز رکھنا بہت بڑا گناہ ہے۔
* اسی طرح مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کا فتویٰ تھا جہاد کشمیر میں شرکت مسلمانوں پر فرض ہے۔ اس لیے میں عاجز قرآن حدیث کی روشنی میں اپنی پوری ذمہ داری کو پوری طرح سمجھتے ہوئے۔ بلند آواز سے کہتا ہوں کہ جو علماء اس وقت جہادِ کشمیر سے منع کرتے ہیں وہ قرآن سے ناواقف ہیں، سیرت نبوی اور سیرت صحابہ سے بے خبر ہیں۔ (زاہد چودھری، پاکستان کی سیاسی تاریخ جلد 11 صفحہ 168)
* کشمیر میں انڈین آرمی کی دراندازی شروع ہوئی تو قائد اعظم نے پاکستانی فوج کے انگریز کمانڈر انچیف کو کشمیر میں انڈین آرمی کے خلاف فوجی کارروائی کا حکم دیا۔ مگر اس کمانڈر نے قائد اعظم کے اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کر دیا۔ اس صورت حال

میں قائداعظم نے 20 اکتوبر 1947ء کو لاہور کے یونیورسٹی اسٹیڈیم میں ایک پبلک جلسے کو خطاب کرتے ہوئے کچھ یہ باتیں ارشاد فرمائیں: ''اس ابتلائی حالات میں قرآن حکیم کو شمع ہدایت بنائیں۔ مجاہدین کا جذبہ پیدا کریں۔ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنائیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق جام شہادت نوش کرنے کے لیے ہمہ وقت تیار رہیں، تو فتح تمھارے قدم چومے گی۔''

* ہندوستانی فوج کی نہرو کو دھمکی کے بعد نہرو نے برطانیہ اور یو این او کے ذریعے قائداعظم رحمہ اللہ کی وفات کے بعد دباؤ ڈلوایا اور حقِ خود ارادیت کا وعدہ کیا۔ بدقسمتی سے عین اس وقت جب ہندوستانی آرمی پھنس چکی تھی پاکستانی قیادت ہندوستانی فریب میں آ گئی اور جنگ بندی پر راضی ہو کر پاکستانی لوگوں کو پیچھے ہٹنے کا کہہ دیا۔

لیاقت علی خان کا کشمیر پر جنگ بندی کا اعلان اور علماء کا غصہ

اس ماحول میں جب کہ علماء نے کشمیر کی لڑائی کو جہاد قرار دے رکھا تھا اور اس کی تائید میں مکہ مدینہ سے فتوے بھی منگوا رکھے تھے۔ اچانک لیاقت علی خان نے یکم جنوری 1949 کو کشمیر پر جنگ بندی کا اعلان کر دیا، اس پر مختلف علمائے کرام اور دیگر لوگوں نے شدید غم و غصے کا اظہار کیا اور اسلامی نظام کے ملک میں نفاذ کے لیے پھر سے بیانات کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ خصوصاً پنجاب میں جہاں کشمیر کی لڑائی کی حمایت شد و مد سے جاری تھی وہاں سے لیاقت علی خان کے اس عمل کا ردعمل بہت شدید تھا۔

قائداعظم رحمہ اللہ کے اس فرمان کو کہ ''کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے'' کی گہرائیوں میں چھپی پنہائیوں کو پہچاننے کی ضرورت ہے اور یہ کہ پاکستان میں ''ک'' کشمیر کا ہے۔ کشمیر کے بغیر تو پاکستان کا مفہوم ہی بدل جائے گا۔ پاکستان پاک سرزمین کی بجائے ''پائستان (پاؤں رکھنے کی جگہ)'' مفہوم ہو جائے گا۔ اس لیے ہر حال میں مکمل کشمیر کے ساتھ پاکستان کو ہر لحاظ سے مکمل اور مستحکم کرنا ہے۔

Chaudhry Rehmat Ali coined the name Pakistan. It was during the years 1930 through 1933 , that Chaudhry Rahmat

Ali seemed to have established the Pakistan National Movement , with its headquarter at Cambridge. On January 28, 1933, he issued his first memorable pamphlet "Now or Never", Are we to live or perish forever?" He coined the word "Pakistan" for 30 million Muslims who live in the five northern units of India, **Punjab** , **North West Frontier Province**, **Kashmir** , **Sindh and Baluchistan**. The pamphlet also gave reasons for the establishment of Pakistan as a separate nation.He spoke of an independent homeland for Muslims , Pakistan , in the northern units of India , "**Bang - i -Islam**" for Muslims in Bengal , and "**Usmanistan**" for the Muslims in Hyderabad – Deccan

چوھدری رحمت علی نے پاکستان کا نام گھڑا تھا۔ اس نے 1930 سے 1933 کے دوران کیمبرج میں پاکستان نیشنل موومنٹ کی بنیاد رکھی۔ جنوری 28، 1933 کو اس نے باقاعدہ ایک پمفلٹ نشر کیا بنام ''ابھی و گرنہ کبھی نہیں، کیا ہم نے زندہ رہنا یا ہمیشہ کے لیے ختم ہو جانا ہے۔'' اس نے یہ نام 30 ملین مسلم جو پانچ شمالی ہند کے علاقہ جات: پنجاب، شمال مغربی سرحد، کشمیر، سندھ اور بلوچستان کے لیے تجویز کیا۔ اسی پمفلٹ میں ایسی الگ آزاد ریاست کے وجود کے دلائل بھی دیے۔ بنگال کے مسلمانوں کے لیے بنگ اسلام اور حیدر آباد کے لیے عثمانستان کے دو مختلف نام تجویز کیے۔

قیام پاکستان کے اسباب

قیام پاکستان کے اسباب میں سے چند ایک یہ ہیں:

آزاد اسلامی ریاست کا قیام۔ دو قومی نظریہ ۔متعصب ہندوؤں کی تحریکیں۔ ہندو مسلم فسادات۔ ہندو اکثریت کی حکومت میں مسلم اقلیت کو خطرات۔مسلمانوں کے حقوق کا دفاع۔ معاشی کمزور حالت۔مسلمانوں سے اچھوتوں جیسا سلوک۔ اردو زبان کی حفاظت۔مسلمانوں کی آزادی برقرار رکھنا۔ اتحاد عالم اسلام۔مسلم تاریخ کو زندہ رکھنا۔ کانگریسی راج کے ظلم وستم۔ رام راج ،اکھنڈ بھارت ہندوتوا کی سوچ۔متحدہ ہندوستان کے عفریت یعنی ''اکھنڈ بھارت'' کی انسانیت شکن سوچ سے بچانے کے لیے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان

اللہ علیم حکیم نے (نزولِ قرآن کی رات یعنی لیلۃ القدر 27رمضان کو وجود میں آنے والے وطنِ عزیز پاکستان) کو پہاڑ، گرم سمندر، صحرا، ریگستان، میدان، معدنیات، تمام موسم ،بہترین جغرافیہ اورغیور ریاستی دفاعی ادارے عطا فرمائے ہیں، یعنی قدرت نے پاکستان کو اپنی رحمتوں، فیاضیوں سے خوب نوازا ہے، الحمد للہ رب العالمین۔ اورہمیں یقین ہے کہ اللہ رب العالمین حفاظت قرآن کی مانند اس کی حفاظت بھی فرمائے گا۔ان شاء اللہ

تحریکِ پاکستان سے نعرہ ہے: پاکستان کا مطلب کیا''لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔''

آئین پاکستان:

پاکستان کے آئین 2 الف میں لکھا ہے کہ پاکستان کا مذہب اسلام ہوگا۔ حاکمیت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔یہاں جو قانون سازی ہوگی وہ قرآن و سنت کے عین مطابق ہوگی اور جو اقتدار جمہور کے حوالے سے لوگوں کو حاصل ہوگا وہ ان کے پاس مقدس امانت ہوگی۔

دارالحکومت : اسلام آباد

* جغرافیائی وقوع: اسلامی جمہوریہ پاکستان 50، 24 درجے اور 75، 36درجے شمالی عرض بلد اور 61-00 درجے اور 77-50 درجے مشرقی طول بلد کے درمیان واقع ہے۔
* رقبہ: پاکستان کا رقبہ سات لاکھ چھیانوے ہزار (796096) مربع کلومیٹر ہے۔ جموں کشمیر کو شامل کر کے 1018332مربع کلومیٹر ہے اور دیگر علاقے کچھ اس طرح ہیں۔ قبائلی علاقے 27220مربع کلومیٹر۔ جموں کشمیر 222236مربع کلومیٹر۔ اسلام آباد 906مربع کلومیٹر۔ پنجاب 205344مربع کلومیٹر۔ سندھ 140914مربع کلومیٹر۔ صوبہ سرحد 74521مربع کلومیٹر۔ بلوچستان 347190مربع کلومیٹر۔ گلگت بلتستان 72971 کلومیٹر۔ اس طرح کل 1018332مربع کلومیٹر ہے۔ یہ دنیا کا 33واں بڑے رقبے والا ملک ہے۔
* سرحدیں: ویکیپیڈیا کے مطابق پاکستان کی سرحدیں 6975 کلومیٹر (4334.1 میل) ہیں۔ جنوب میں سمندری ساحل 1046 کلومیٹر ہے اور عمان کے ساتھ ملتا ہے۔ پاکستان کی مغرب میں افغانستان کے ساتھ سرحد 1643.3 میل تقریباً 2643 کلومیٹر ہے۔ یہ سرحد 1893 میں انگریز اور افغان حکمرانوں کے باہمی مشورے سے قائم کی گئی اور اسے ڈیورینڈ لائن کا نام دیا گیا۔ جنوب مغرب میں پاکستان کی سرحد ایران سے ملتی ہے جس کی لمبائی 566.7 میل تقریباً 912 کلومیٹر ہے۔ پاکستان کے مشرق میں بھارت ہے بھارت اور پاکستان کی مشترکہ سرحد کی لمبائی 1808.2 میل تقریباً 2910 کلومیٹر ہے۔ پاکستان کے شمال میں عوامی جمہوریہ چین کی سرحد 316.9 میل تقریباً 510 کلومیٹر ہے پاکستان کے جنوب میں گرم سمندر رہے۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان عالم اسلام کے وسط اور برِصغیر پاک و ہند کے مغرب میں، تین ایٹمی طاقتوں کے پڑوس میں، براعظم ایشیاء کے جنوب میں واقع ہونے کی وجہ سے جنوبی مغربی ایشیاء کا حصہ ہے۔

* **زبان:** پاکستان کی قومی زبان اردو ہے جبکہ اس کی سرکاری زبان انگریزی ہے۔
* **آبادی :** اس کی آبادی تقریباً 26 کروڑ ہے۔ 40 فیصد لوگ شہروں میں اور 60 فیصد دیہاتوں میں آباد ہیں۔ پاکستان کی تقریباً 98 فیصد آبادی مسلمان جبکہ دو فیصد آبادی اقلیتوں پر مشتمل ہے۔ یہ دنیا کا پانچواں سب سے زیادہ آبادی والا اور اسلامی دنیا کا دوسرا زیادہ آبادی والا ملک ہے۔ انڈونیشیا کی آبادی پاکستان سے زیادہ تو ہے مگر وہ اپنے آپ کو اسلامی جمہوریہ نہیں کہتا۔ اس لحاظ سے آج بھی پاکستان ہی اسلامی دنیا کی بڑی اسلامی ریاست ہے۔
* **پاکستان کے محل وقوع کی اہمیت :** پاکستان براعظم ایشیاء میں واقع ہے۔ یہ جنوبی ایشیا کا ایک اہم ملک ہے۔ پاکستان کا کل رقبہ 796096 مربع کلومیٹر ہے جو جنوبی ایشیا کے کل رقبے کا7818. فیصد ہے۔ پاکستان کا تقریباً 58 فیصد رقبہ پہاڑوں اور سطح مرتفع پر مشتمل ہے جبکہ 42 فیصد علاقہ میدانوں اور ریگستانوں پر پھیلا ہوا ہے۔ پاکستان ایک وسیع وعریض ملک ہے جو جنوب میں بحیرہ عرب کے ساحلوں اور دریائے سندھ کے ڈیلٹائی میدان سے شمال کے بلند بالا پہاڑی سلسلوں تک پھیلا ہوا ہے۔ مشرقی جنوبی حصہ دریائی میدانوں میں گھرا ہوا ہے۔ مغربی اور وسطی حصے پہاڑی سلسلوں پر مشتمل ہے، یہی وجہ ہے کہ پاکستان کی آب و ہوا میں موسمی فرق نمایاں ہے، یعنی تمام موسم یہاں قدرت کی عطا ہیں۔ دنیا کی بلند ترین آٹھ چوٹیوں میں سے چھ پاکستان میں ہیں۔ دنیا کے تین بلند ترین اور دشوار گزار پہاڑی سلسلے ''قراقرم، ہمالیہ، ہندوکش'' (تھری ماؤنٹین) بھی یہاں آپس میں ملتے ہیں۔ دنیا کی دوسری بلند ترین چوٹی کے ٹو بھی یہیں ہے جبکہ دنیا کے سب سے بڑے تین گلیشیر بھی پاکستان میں ہیں۔
* **مذہبی، ثقافتی اور تجارتی اہمیت:** پاکستان کے شمال مغرب کی سمت میں وسطی ایشیائی اسلامی ممالک واقع ہیں۔ ان ممالک میں تاجکستان، ازبکستان، ترکمانستان، آذربائیجان، قازقستان، اور کرغیزستان شامل ہیں۔ پاکستان اور تاجکستان کو ''واخان'' کی پٹی آپس

میں ملاتی ہے یہ ممالک کسی سمندری ساحل کے بغیر سخت سطح مرتفع سے گھرے ہوئے ہیں اور قدرتی وسائل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ پاکستان کے ان اسلامی ریاستوں کے ساتھ مذہبی ثقافتی اور تجارتی تعلقات قائم ہیں۔ پاکستان واحد ملک ہے جو وسط ایشیائی ریاستوں کو قریب ترین بحری راستہ فراہم کرتا ہے۔ پاکستان ان ممالک کے لیے گیٹ وے کی حیثیت رکھتا ہے۔ افغانستان اور چھ وسطی ایشیائی ریاستوں کو اگر موٹروے کے ذریعے آپس میں ملا دیا جائے تو پاکستان کی معیشت پر گہرے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں۔ پاکستان کے راستے ریل اور سڑک کے ذریعے مشرقِ بعید کے ممالک سے ایران، ترکی اور یورپی ممالک تک سفر کیا جا سکتا ہے۔ گوادر کی بندرگاہ کی تعمیر اور چین کے تعاون سے بننے والے اقتصادی راہداری کے منصوبے سے اس کی اہمیت اور بھی بڑھ گئی ہے اور یہ دنیا کے ساتھ تجارت کے لیے ایک اہم ٹریڈ روٹ کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آیا ہے۔ اس طرح ''ون روڈ ون بیلٹ'' کے ذریعے بھی پاکستان کا اہم کردار ہو گا۔ جس سے پاکستان میں بھی ترقی اور خوشحالی کا ایک نیا دور شروع ہو گا۔

* **مغرب اور مشرق کے درمیان تجارت کا ذریعہ:** پاکستان کے جنوب میں بحیرہ عرب واقع ہے جو بحرِ ہند کا حصہ ہے۔ مغرب اور مشرق کے درمیان تجارت زیادہ تر بحرِ ہند کے راستے ہوتی ہے۔ لہذا ایک اہم تجارتی شاہراہ پر ہونے کی وجہ سے پاکستان کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان بحیرہ عرب کے راستے خلیج فارس سے ملحقہ مسلم ممالک سے ملا ہوا ہے یہ تمام خلیجی ممالک تیل کی دولت سے مالا مال ہیں۔ خلیج فارس کی بناء پر بحرِ ہند ہمیشہ بڑی طاقتوں کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ کراچی پورٹ قاسم اور گوادر پاکستان کی اہم بندرگاہیں ہیں۔
* **اسلامی ممالک سے تعلقات:** پاکستان کے خوشگوار تعلقات بحرِ ہند کے راستے کئی

اسلامی ممالک کے ساتھ قائم ہیں۔ ان میں جنوب ایشیائی مسلم ممالک۔

* (انڈونیشیا ،ملائشیاء،برونائی) جنوبی ایشیائی مسلم ممالک بنگلہ دیش اور مالدیپ اور سری لنکا شامل ہیں۔ بھارت نے آج تک پاکستان کو قبول نہیں کیا(ہر وقت، ہر جگہ اور ہر میدان میں پاکستان کو نقصان پہنچانا چاہتا ہے بلکہ ختم کر کے اکھنڈ بھارت بنانا چاہتا ہے) جبکہ پاکستان نے مشرقی پاکستان سے ہندوستانی جارحیت اور عالمی سرپرستی سے بنگلہ دیش بن جانے والے ملک کو کلمہ طیبہ کے رشتے سے نہ صرف قبول کیا بلکہ اسے مضبوط ومحفوظ کیا۔

* **اسلامی دنیا کی مرکزیت:** پاکستان کے مغرب میں افغانستان اور ایران سے شروع ہو کر مسلم ممالک کا ایک طویل سلسلہ دور تک چلا گیا ہے جو کہ ایشیاء سے گزر کر بحرِ اوقیانوس کے مشرقی ساحل پر ختم ہوتا ہے۔ اس میں مشرقی وسطی کے ممالک سعودی عرب ،خلیج فارس کی عرب ریاستیں عراق، شام، یمن، اردن، ترکی اور شمالی افریقہ کے تمام ممالک مصر، سوڈان، لیبیا ،تیونس، الجزائر، مراکش اور نائجیریا وغیرہ شامل ہیں۔مشرق میں مسلم ممالک کا دوسرا سلسلہ شروع ہوتا ہے جو بنگلہ دیش ،انڈونیشیا ،ملائشیا اور فلپائن کے ان جنوبی جزیروں پر ختم ہوتا ہے جہاں آبادی کی واضح اکثریت مسلمانوں کی ہے۔شمال مغرب میں وسطی ایشیائی مسلم ریاستیں واقع ہیں یوں پاکستان اسلامی دنیا کا وسطی ملک ہے۔

* **تجارتی دفاعی اہمیت:** عالمی تجارت میں بھی پاکستان کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ دنیا کی کئی تجارتی شاہرائیں اس ملک سے گزرتی ہیں۔ گوادر اور کراچی پاکستان کی اہم بندرگاہیں ہیں یہ بین الاقوامی شاہراہ پر واقع ہونے کی وجہ سے یورپ اور ایشیاء کے درمیان رابطے کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کراچی میں ایک بین الاقوامی ہوائی اڈہ بھی ہے۔ دنیا کی تمام بڑی کمپنیوں کے جہاز یورپ سے ایشیائی ممالک کو جاتے ہوئے یہاں سے گزر کر جاتے ہیں۔ بہاولپور ایئر پورٹ کو انٹرنیشنل معیار کا بنا کر دہلی ایئر پورٹ کی طرح بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جنوبی ایشیاء میں کراچی یورپ سے قریب ترین بندرگاہ

ہے۔بحیرہ روم کے ذریعے پاکستان تمام یورپی ممالک سے باآسانی تجارت کر سکتا ہے چونکہ پاکستان کے سمندروں کا پانی منجمد نہیں ہوتا گرم پانیوں کی ان بندرگاہوں کی وجہ سے سال بھر سمندر کے راستے تجارت جاری رہتی ہے۔ بحرِ ہند آج کل بین الاقوامی سیاست میں خصوصی توجہ کا مرکز ہے اس لیے پاکستان کی اہمیت پہلے سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔

* **پاک فوج:** دنیا کی بہترین پیشہ ور، منظم اور مخلص ترین فوج جس کا نصب العین ''ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ'' ہے۔جس کا نعرہ غازی کا شہید ہے، جس کے میزائلوں، ٹینکوں اور دیگر اسلحہ کے مسلمان فاتحین کے نام پر ہیں، جو دنیا کی چھٹی بڑی فوج ہے۔ جس نے ملکی دفاع، عرب اسرائیل جنگوں، عرب ممالک کی سیکورٹی کے لیے ،افغانستان میں،اقوام متحدہ کی امن فوج کے آپریشنز میں سب سے زیادہ حصہ پاکستان کا ہے ،1962ء سے 30 سے زائد انٹرنیشنل مشنوں میں شرکت کی ہے۔ پاک فوج نے سری لنکا میں اور وطن عزیز میں دہشت گردی کے خلاف شاندار کامیابیاں حاصل کیں ہیں جو اپنے قیام 14 اگست 1947 سے ہی مختلف محاذوں پر اور بھارتی جارحیت و پراکسی جنگوں کا مسلسل مقابلہ کر رہی ہے۔ پاک افواج نے اپنی انسانیت کے لیے خدمات کی وجہ سے پیشہ ورانہ صلاحیتوں کی بنا پر کئی عالمی اعزاز اور ریکارڈ قائم و حاصل کیے ہیں۔

امریکی کونسلز فار انٹرنیشنل ریلیشنز کے زیر اہتمام چھپنے والی کتاب ''مشرق وسطیٰ سیاست اور عسکری وسعت'' میں لکھا ہے کہ ''پاکستان کی مسلح افواج نظریہ پاکستان،اس کے اتحاد و سالمیت اور استحکام کی ضامن بنی ہوئی ہے، جبکہ ملک کی سول ایڈمنسٹریشن بالکل مغرب زدہ ہے اور نظریہ پاکستان پر بالکل بھی یقین نہیں رکھتی۔''

* **پاکستان ایک ایٹمی طاقت:** پاکستان جس خطے میں واقع ہے اس میں دنیا کی سب سے زیادہ ایٹمی طاقتیں واقع ہیں جن میں پاکستان، چین، روس اور بھارت شامل ہیں۔ اس لیے پاکستان کو جغرافیائی محلِ وقوع کے اعتبار سے خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ پاکستان 28 مئی 1998ء کو پہلی اسلامی اور دنیا کی ساتویں ایٹمی طاقت بنا جس سے پاکستان کی اہمیت

مزید بڑھ گئی ہے کیونکہ ان ممالک کے درمیان دوستی اور دشمنی کی نہایت پیچیدہ تعلقات قائم ہیں۔

* **عالم اسلام کا دل:** پاکستان مراکش سے انڈونیشیا تک پھیلے ہوئے عالم اسلام کے وسط میں واقع ہے۔ لیبیا کے نائب صدر عبد السلام جلود نے اگست 1978ء میں اپنے دورہ پاکستان کے دوران پاکستان کو عالم اسلام کا دل قرار دیا تھا۔

* **عالم اسلام کا قلعہ:** پاکستان نے اتحاد عالمِ اسلام کے لیے جس قدر کوششیں کیں انہیں دیکھتے ہوئے شاہ فیصل شہید نے پاکستان کو عالم اسلام کا قلعہ قرار دیا تھا۔ ان کے نزدیک افواجِ پاکستان ہر آڑے وقت میں عالمِ اسلام کی حفاظت کرسکتی ہیں چونکہ یہ عالمِ اسلام کے مرکز میں واقع ہے۔ اسی لیے یہ عالمِ اسلام کے لیے ایک قلعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

* **تیسری دنیا اور عالم اسلام کا قائد:** پاکستان کا شمار دنیا اور عالم اسلام کے سب سے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں ہوتا ہے۔ 21 اکتوبر 1981ء کو تیونس کے صدر حبیب بورقیبہ نے جب یہ کہا کہ صدر محمد ضیاء الحق پوری امتِ مسلمہ کے قائد ہیں تو حقیقت میں انھوں نے پاکستان کو بحیثیت مملکت ملت اسلامیہ کی قیادت کے منصب کے اہل قرار دیا۔ 1979 میں غیر جانبدار ممالک کی ہوانا کانفرنس اور 1980ء میں اقوام متحدہ میں عالم اسلام کی نمائندگی کے لیے متفقہ قائد کے طور پر صدر پاکستان کا انتخاب کیا گیا۔ اس سے عالم اسلام میں پاکستان کی قائدانہ حیثیت کا بخوبی اظہار ہوتا ہے۔ 77 کے گروپ کے قائد کی حیثیت سے پاکستان کا انتخاب کیا گیا۔ پھر پاکستان کا مسلسل سات سال تک اسلامی کانفرنس کے چیئرمین کے عہدے پر فائز رہنا نیز 1985ء میں سید شریف الدین پیرزادہ کا اسلامی کانفرنس کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے انتخاب اس بات کے شواہد ہیں کہ پاکستان کو عالم اسلام اور تیسری دنیا میں نہایت بلند مقام حاصل ہے۔ اس کے علاوہ پاکستان اسلامی دنیا کا واحد ایٹمی طاقت اور زبردست دنیا کی چھٹی بڑی فوجی قوت کا حامل ہے۔ میزائل ٹیکنالوجی میں بھی بہترین ہے بلاشبہ اسے عالم اسلام

کا قلعہ کہا جا سکتا ہے۔

* **معیشت:** پاکستان کی معیشت لچکدار رہی۔ 1947ء میں اس کی تشکیل کے چند برس کے بعد ملک کی اقتصادی ترقی کی شرح 9،10فیصد کو چھو رہی تھی۔تقریباً یہی صورتحال 1968،1969ء میں تھی۔

دنیا کی سب سے بڑی نمک کی کان کھیوڑہ جہلم کے مقام پر واقع ہے۔صوبہ سندھ میں کوئلے کی دنیا کی تیسری بڑی کان موجود ہے۔دنیا کی بڑی سونے اور تانبے کی کانوں میں سے ایک ریکوڈک بلوچستان میں واقع ہے۔امریکہ میں موجود کان کی صنعت کے ماہرین کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا ہے کہ اگر پاکستان ان کانوں سے فائدہ حاصل کرتا ہے تو یہ تیل پیدا کرنے والے خلیجی ممالک میں سے کسی سے بھی زیادہ امیر بن سکتا ہے۔

پاکستان کا عالمی کردار

پاکستان نے 30 ستمبر 1947ء کو اقوام متحدہ کا رکن بننے کے بعد بین الاقوامی سرگرمیوں میں بھرپور شرکت کی۔ پاکستان نے مشرقِ وسطیٰ اور شمالی افریقہ کے مسلمانوں کو آزادی دلوانے میں اہم کردار ادا کیا۔ 1962ء میں پاکستان کے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کے صدر کے عہدے پر فائز رہے۔ قبل ازیں انھوں نے 1954ء سے 1961ء تک ہیگ میں بین الاقوامی عدالتِ انصاف میں جج کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیں۔

مؤتمر عالمِ اسلامی، اقوام متحدہ، دولت مشترکہ ممالک، سارک، ترقی پذیر 8، اقتصادی تنظیم اور 1955ء میں پاکستان نے "بندونگ کانفرنس" میں اہم کردار ادا کیا۔ پاکستان غیر وابستہ تحریک NAM اور مسلم ممالک کی تنظیم OIC کا بانی رکن ہے۔ پاکستان آٹھ بار اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کا غیر مستقل ممبر بن چکا ہے۔ 1952-1953، 1968-1969، 1976-1977، 1983-1984، 1993-1994، 2003-2004، 2011-2012، 2025-2026۔

ستمبر 2010 میں پاکستان بین الاقوامی جوہری توانائی کے ادارے IAEA کے بورڈ آف گورنرز کا تیسری مرتبہ چیئرمین منتخب ہوا۔ قبل ازیں پاکستان کے پاس یہ عہدہ 1962-1963، 1986-1987 کو رہا۔

انسانیت کے لیے کردار

"جس نے ایک جان بچائی اس نے انسانیت کو بچالیا۔" (القرآن)

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: جو مسلمانوں کی خوشی میں خوش نہ ہو اور ان کے غم میں غمگین نہ ہو وہ ان میں سے نہیں۔ (مجموع الفتاویٰ: 10/128)

قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ نے قرآن کے حکم کے مطابق کروڑوں مسلمانوں کو ہندتوا کے عفریت سے بچایا اور انسانیت کو ہندتوا کے عفریت، تنگدلی اور انسانیت شکنی سے خبردار کر کے انسانیت کے ساتھ بہت بڑی بھلائی کی۔ قائداعظم رحمہ اللہ کی زندگی مسلمانوں کی خدمت و محبت سے لبریز تھی۔ انھیں جب جہاں اور جیسا بھی موقع ملا مسلمانوں اور مظلوم انسانوں کے لیے ہر قیمت دے کر ان کی خدمت کی اور ان کے لیے کام کیا۔ ان کے کیس لڑے، ان کی مدد کی۔ وہ عالمِ اسلام، مظلوم انسانیت کا محافظ پاکستان کو سمجھتے تھے۔ پاکستان بنتے ہی مسلمانوں اور مظلوم انسانیت کے لیے عظیم کردار ادا کیا۔ حالانکہ اس وقت ہندوستان کی طرف سے حق تلفی و بھارتی سازشوں کی وجہ سے خود پاکستان کی حالت اچھی نہیں تھی، مگر قائداعظم اخوت مسلم کے رشتہ کو ترجیح دیتے تھے۔ انھوں نے غیرت مند اور خوددار خارجہ پالیسی کی بنیاد رکھی، آزاد پاکستان کی سمت متعین کر دی۔ جس کی ایک جھلک حاضر خدمت ہے۔ اگر ہمارے آج کے حکمران پاکستان کو قائداعظم والا پاکستان نہیں بنا پا رہے اور پاکستان دولخت ہو گیا تو وجہ وہی ہے کہ قائداعظم کی نصیحت و کردار کو ہمارے لوگوں نے بھلا دیا ہے۔ ناخلف اولاد نے عظیم باپ کی عظیم وراثت کا نقصان کر دیا، اس میں عظیم باپ یا ان کے مقدس نظریہ کا کیا قصور وہ تو عظیم تھے، عظیم رہیں گے۔ وہ تو سرخرو تھے، سرخرو ہی رہیں گے۔ ان شاء اللہ

بے شک ذلت تو ان کا مقدر ہو گی جو اللہ تعالیٰ کے فرامین سے، اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے، اسلامی محبت، غیرت، بصیرت، حکمت، حمیت سے مسلمانوں کے لیے درد سے، اپنی تاریخ سے، دو قومی نظریہ سے، حصول پاکستان کی وجوہات اور تحریک پاکستان کی قربانیوں سے اور بابائے قوم کے فرامین سے روگردانی کریں گے۔ ملاحظہ فرمائیں چند ایک قائداعظم رحمہ اللہ کے فرامین:

1۔ قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین عالم، بہترین قانون فراہم

کرنے والے، بہترین سیاست دان اور بہترین حکمران تھے۔ ہم میں بعض ایسے لوگ ہیں کہ جب ہم اسلام کی بات کرتے ہیں تو وہ اسے بالکل نہیں سراہتے۔ یاد رکھیں! اسلام صرف چند رسوم و روایات اور چند روحانی افکار کا نام نہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو مسلمان کی زندگی کے ہر پہلو معاشرت، معیشت اور سیاست کے متعلق رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ انسان کے لیے شرافت، دیانت، امانت اور انصاف کے اعلیٰ ترین اصولوں کا حامل ہے۔ (کراچی بار ایسوسی ایشن، 25 جنوری 1948ء) (جناح پیپرز جلد: 7 زیدی اور جناح) (ویڈیو لنک)

https//:www.youtube.com/watch?v=MlwnDd0HbI4

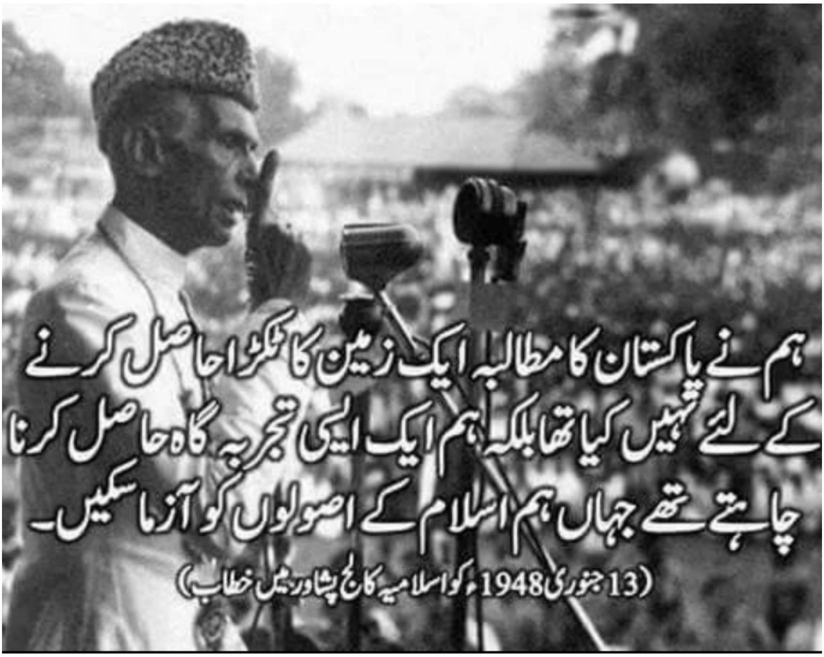

2۔ قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ نے فرمایا: پاکستان کا قیام جس کے لیے ہم گزشتہ دس سال سے کوشش کر رہے تھے، اب خدا کے فضل سے ایک حقیقت کا روپ دھار چکا ہے، لیکن

ہمارے لیے ایک آزاد مملکت کا قیام آخری مقصود نہیں تھا، بلکہ ایک عظیم مقصد کے حصول کا ذریعہ تھا۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ ہمیں ایک اپنی مملکت مل جائے جس میں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں اور سانس لے سکیں۔ جہاں ہم اپنی روشنی اور ثقافت کے مطابق نشو و نما پاسکیں اور اسلام کے عدل عمرانی (معاشرتی انصاف) کے اصول آزادانہ طور پر رو بہ عمل لاسکیں۔ (خالق دینا ہال کراچی، 11اکتوبر 1947ء)

3۔ پاکستان کا وجود اتحاد عالمِ اسلام کے لیے پہلا مبارک قدم ہے۔ قائداعظم رحمۃ اللہ نے دسمبر 1946 کے آخر میں اپنے دورہ برطانیہ سے واپسی پر مصر میں مختلف تقاریب سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان کے مسلمان جو جنگِ آزادی لڑ رہے ہیں وہ فقط ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے نہیں ہے بلکہ پورے مشرق وسطیٰ کی امت مسلمہ کے لیے ہے۔ آپ تک اسلام دشمن پریس نے یہ غلط کہانی پہنچائی ہے کہ ہم نے عین آزادی کی منزل کے قریب پہنچ کر مسلمانوں کو ہندوؤں سے الگ کرلیا اور جہاد، آزادی کو کمزور کر دیا ہے اور اس طرح برطانوی استعمار کو تقویت پہنچا کر ہندوستان کی غلامی کی عمر دراز کر دی ہے۔ حق یہ ہے کہ آپ کو قطعاً یہ اندازہ ہی نہیں کہ ہندوستان آبادی اور دیگر وسائل کی رو سے کتنا بڑا ملک ہے۔ برطانیہ کو ہندوستان سے رخصت ہونا ہے ہندوستان اگر متحد رہے گا تو ایک بہت بڑی ہندو ایمپائر ہوگا وہ برطانیہ کا پورے بحرِ ہند اور بحرِ عرب میں جانشین ہوگا۔ آج اگر ہانگ کانگ سے لے کر نہر سویز تک انگریز کا طوطی بولتا ہے تو پھر یہی تسلط ہندو کو میسر ہوگا اور آپ لوگ شدید مصیبت میں مبتلا ہو جائیں گے، اگر ہم وہاں ہار گئے تو ہمیں معلوم ہے (ہندو کی تاریخ و اجتماعی نفسیات کے پیشِ نظر) کہ ہم تہذیبی اعتبار سے بھی نابود ہو جائیں گے اور دینی اعتبار سے بھی۔ نتیجتاً یہاں آپ لوگوں کا وجود بھی بے اعتبار ہو جائے گا اور اگر ہم وہاں پاکستان بنانے میں کامیاب ہو گئے تو پھر ہندوستان کی ساری توجہ ہماری طرف ہوگی، آپ آزاد اور شاد رہو گے۔ ہندوستان شرق الاوسط والوں پر دھونس نہ جما سکے گا۔ اس طرح آپ یہ سمجھنے کی کوشش کریں کہ

ہم وہاں فقط اپنی ہی جنگِ آزادی نہیں لڑ رہے بلکہ آپ کی جنگِ آزادی بھی لڑ رہے ہیں۔ یہ ذہن نشین رہے کہ ہم اور آپ تیریں گے تو اکٹھے اور ڈوبیں گے تو بھی اکٹھے۔(قائد اعظم رحمۃ اللہ اور دنیائے اسلام، ملک محمد رؤف)

آج قائد اعظم رحمۃ اللہ کا فرمان کتنا سچ ثابت ہو رہا ہے کہ پاکستان کی وجہ سے ہندوستان اب ان ممالک پر حملہ کرنے کی بجائے مجبوراً اپنی مکاری ،عیاری اور چانکیائی چالوں سے دوستی کی آڑ میں مشرق وسطیٰ میں اور اسلامی دنیا میں اپنے اہداف ،ہندتوا کی بالادستی کے اہداف کی طرف بڑھ رہا ہے جسے نہ اہل پاکستان اور نہ ہی اسلامی دنیا سمجھنے کی کوشش کر رہی ہے بلکہ ہندوستان کی بڑی منڈی کے فریب میں پھنس رہے ہیں۔

4۔ خارجہ پالیسی کے میدان میں ہمارا مقصد یہ ہے کہ سب سے دوستی ہو اور کسی بھی ملک کے خلاف ناپسندیدہ عزائم نہ رکھے جائیں۔ ہم قومی اور بین الاقوامی معاملات میں دیانت اور اصولی طریق کار اختیار کرنے پر یقین رکھتے ہیں اور ہماری کوشش یہ ہے کہ ہماری تمام مساعی سے عالمی امن کو یقینی بنانے میں مدد ملے۔ پاکستان اقوام متحدہ کے منشور کے مطابق زبوں حال اور جبر سے دوچار اقوام کی حمایت اور مدد سے کبھی گریز نہیں کرے گا۔

5۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ نے فروری 1948ء کے ایک نشریے میں امریکی عوام کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا کہ پاکستان کو بین الاقوامی تعلقات میں غیر وابستہ رہنا چاہیے۔

6۔ قائد اعظم رحمۃ اللہ نے پاکستانی قوم سے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے، اپنی تاریخ کی روشنی میں تیاری کریں اور شاندار پاکستان کی تعمیر میں جُت جائیں۔

7۔ دنیا سے سفارتی تعلقات: پاکستان کے سفارت خانے تمام بڑے ممالک میں کھل گئے۔ دوستی کا ہاتھ ہر ملک کی طرف بڑھا۔لڑائی کی خواہش کسی سے نہیں۔ پاکستان ''زندہ رہو اور زندہ رہنے دو'' کے اصول پر کھڑا ہے۔ کسی کا کوئی حق چھیننا نہیں چاہتا۔ اسی طرح اپنے ہر حق کی حفاظت میں جان لڑا دینے پر آمادہ ہے۔ عالمگیر صلح اور عالمگیر امن اس کا نصب العین ہے اور دنیا کے نظام امن کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنا دینے کا خواہاں ہے۔

(مختصر تاریخ پاک و ہند)

پاکستان کے اپنے قیام سے ہی مظلوم اقوام اور مسلم دنیا کے لیے کردار کی ایک جھلک

فلسطین

* قائد اعظم محمد علی جناح نے پہلے اسرائیلی وزیر اعظم اور سینئر صیہونی راہنما ڈیوڈ بن گوریان کے سفارتی تعلقات کے لیے بھیجے گئے ٹیلی گرام کا جواب تک دینا بھی پسند نہ کیا اور فرمایا کہ ”اسرائیل امت کے سینے میں پیوست خنجر ہے اور اس ناجائز ریاست کو پاکستان کبھی تسلیم نہیں کرے گا۔“

یہودیوں کا یروشلم پر قبضہ ہونے سے پہلے ہر مسلمان اپنی جان دے دے گا۔میری خواہش ہے کہ یہودی اپنے اس ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہوں۔ برطانیہ اور امریکہ کو چاہیے کہ اس معاملے سے دور رہیں۔ پھر میں دیکھتا ہوں کہ یہودی کیسے یروشلم پر قبضہ کرتے ہیں۔لوگوں کی خواہش کے برعکس پانچ لاکھ کے لگ بھگ یہودیوں کو پہلے ہی یروشلم میں رہنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔کیا مجھے کوئی بتا سکتا ہے کہ کسی اور ملک نے یہودیوں کو اپنے ہاں رہائش پذیر کیا؟ اگر جبری تسلط اور استحصال سے کام لیا گیا تو دنیا میں نہ امن رہے گا اور نہ کبھی جنگوں کا خاتمہ ہوگا۔

1931ء میں علامہ اقبال رحمہ اللہ نے مسجد اقصیٰ کا دورہ کیا۔مفتی اعظم فلسطین مفتی امین الاسلام کی دعوت پر مسجد اقصیٰ میں خطاب کیا۔ ہندوستان واپس آکر مسلمانوں اور مسلم لیگ کو نصیحت کی تھی۔

* 1937ء میں علامہ اقبال رحمہ اللہ نے قائد اعظم رحمہ اللہ کو فلسطین کے لیے خط لکھا، علامہ

اقبال رحمہ اللہ کا فلسطین کے لیے یہ شعر بھی مشہور ہے:

ہے خاکِ فلسطین پہ یہودی کا اگر حق
ہسپانیہ پر حق نہیں کیوں اہل عرب کا

* 1940ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا اجلاس 22 تا 24 مارچ لاہور میں منعقد ہوا۔ پہلے دن خطبہ صدارت میں قائد اعظم رحمہ اللہ نے فلسطینی مسلمانوں کی حمایت کی اور آخری دن جو چار قرار دادیں منظور ہوئیں ان میں سے ایک مسلمانوں کے علیحدہ وطن اور دوسری فلسطین عربوں کے حق میں تھی۔ قائد اعظم رحمہ اللہ نے عبد الرحمن صدیقی کو کہہ کر فلسطین پر قرار داد پیش کروائی۔ سید رضا علی اور عبد الحمید بدیوانی نے اس قرار داد کی حمایت میں تقریریں کیں جسے فوری طور منظور کر لیا گیا۔
* 8 دسمبر 1947ء کو قائد اعظم نے امریکن صدر ٹرومین کو خط لکھا جو پاکستانی سفیر اصفہانی صاحب نے دستی پہنچایا تھا جو امریکن سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی ویب سائٹ پر موجود ہے، جس میں قائد اعظم رحمہ اللہ نے فلسطین کی تقسیم کو قبول نہیں کیا۔
* قائد اعظم نے فرمایا: جو حل فلسطینیوں کو قبول نہیں ہو گا میرے ملک کو بھی قابلِ قبول نہیں ہو گا۔
* پاکستان واحد ملک تھا جس نے اردن کی طرف سے اسرائیل سے فتح کیے گئے دو علاقوں جوڈیا اور سماریا کو تسلیم کیا۔ 1950ء میں پاکستان نے چیکوسلواکیہ سے دو لاکھ پچاس ہزار رائفلیں خرید کر عرب ریاستوں کو فراہم کیں اور اٹلی سے تین جنگی جہاز خرید کر مصر کو دیے، تا کہ عرب ممالک اسرائیل کے خلاف اپنا دفاع کر سکیں۔
* لیاقت علی خان کے پہلے امریکی دورہ کے موقع پر امریکی یہودی تاجروں نے اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے معاشی وتجارتی فوائد سے انہیں آگاہ کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ ”ہم برائے فروخت نہیں ہیں۔“
* 1950ء میں پاکستان سے افغانستان میں مقیم چند سو یہودیوں نے براستہ پاکستان انڈیا

جانے کی درخواست کی، جو پاکستان نے مسترد کر دی، جس کے بعد یہ یہودی ایران کے راستے انڈیا گئے۔

* بیلفورڈ ڈیکلریشن کے اجراء کے فوراً بعد مسلم لیگ نے اپنے سالانہ اجلاس میں اس کی مذمت کی قرارداد منظور کی۔ قیامِ پاکستان سے پہلے مسلم لیگ نے اور قیامِ پاکستان کے بعد پاکستان کی حکومتوں نے فلسطینیوں کی ضرورت کے وقت انہیں مالی امداد فراہم کرنے کے لیے فنڈز قائم کیے۔ 1947ء میں پاکستان نے تقسیمِ فلسطین کی سختی سے مخالفت کی تھی۔ پاکستان نے فلسطینیوں کی حمایت کرتے ہوئے امریکہ کی ناراضگی کو بھی نظرانداز کر دیا۔
* جب اقوامِ متحدہ نے فلسطینیوں کی امداد کے لیے UNRWA کے نام سے ادارہ قائم کیا تو پاکستان نے اس فنڈ میں اپنی استطاعت سے بڑھ چڑھ کر چندہ دیا۔
* مشرقی یروشلم میں اسرائیل کے ناجائز قبضے کو جنرل اسمبلی میں بھی زیر بحث لایا گیا۔
* 4 جولائی 1967ء کی قرارداد نمبر 2253 پاس کی گئی اور یروشلم پر اسرائیلی قبضے کو ناجائز قرار دیتے ہوئے اسرائیل کو علاقہ خالی کرنے کا کہا گیا۔ اس قرارداد کا ڈرافٹ پاکستان نے تیار کیا تھا، 99 ممالک نے اس قرارداد کے حق میں ووٹ دیا اور کوئی ایک ملک بھی ایسا نہ تھا جس نے مخالفت میں ووٹ دیا ہو۔ اس قرارداد میں پانچ باتیں کی گئی تھی۔ [فلسطین بین الاقوامی قانون کے تناظر میں، صفحہ 16 آصف محمود]
* پاکستان نے نومبر 1948ء، اکتوبر 1956ء، جون 1967ء اور اکتوبر 1973ء میں ہونے والی عرب اسرائیل جنگوں میں اور اس کے بعد ہر ممکن طریقے سے عربوں کے کاز کی حمایت کی۔
* 1967ء میں چھ روزہ جنگ میں شکست کے بعد مختلف عرب ممالک نے پاکستان سے عسکری مدد اور تربیت کی درخواست کی تھی۔ جس کے بعد پاکستان نے اردن، شام اور عراق میں اپنے افسران کو بھیجا تھا۔ اردن بھیجے جانے والوں میں تینوں افواج کے 20 اعلیٰ

افسران شامل تھے جن کی سربراہی بری افواج کے میجر جنرل نوازش علی کر رہے تھے اور بریگیڈیئر ضیاء الحق ان کے نائب تھے، بعد میں میجر جنرل نوازش علی کی بیماری کی وجہ سے ضیاء الحق نے پاکستان کے سیکرٹری دفاع غیاث الدین کی اجازت سے شاہ حسین کا ساتھ دیا تھا۔

* سیاہ ستمبر کو اردن میں ایک بغاوت اور خانہ جنگی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ 1970ء میں اردن میں پاکستانی فوج موجود نہیں تھی بلکہ اردنی جی ایچ کیو کے ایڈوائزر کے طور پر میجر جنرل نوازش اور ان کے نائب بریگیڈیئر ضیاء الحق تھے۔ میجر جنرل نوازش بیمار تھے تو کنگ شاہ حسین نے بریگیڈیئر ضیاء الحق سے کہا کہ آپ آ کر کمانڈ سنبھال لیں، میرے بندے کلیپس (پسپا ہو گئے ہیں) کر گئے ہیں۔ ضیاء الحق کی خدمات کی وجہ سے کنگ شاہ حسین نے بھٹو سے ضیاء الحق کی ترقی کی سفارش کی تھی کیونکہ پی ایل او کے گروپوں نے اردن کی ہاشمی بادشاہت کو ختم کرنے کا مطالبہ شروع کر دیا، اردن کی سیکورٹی اور امن کو خطرے میں ڈالا، اردن کے قوانین اور ضوابط کو کھلے عام نظرانداز کیا اور دو مواقعوں پر انھوں نے شاہ حسین کو قتل کرنے کی بھی کوشش کی۔ اردن میں پی ایل او کی مسلسل سرگرمیاں 6 ستمبر 1970ء کو ڈاؤسن کے فیلڈ ہائی جیکنگ پر منتج ہوئیں۔ جب پاپولر فرنٹ فار دی لبریشن آف فلسطین نے تین شہری مسافر پروازوں پر قبضہ کر لیا اور انھیں اردن کے شہر زرقا میں اتارنے پر مجبور کیا جہاں وہ غیر ملکی شہریوں کو لے گئے، ان کو یرغمال بنایا اور بعد میں دنیا بھر کے صحافیوں کے سامنے طیاروں کو اڑا دیا۔ شاہ حسین نے اسے آخری موقع کے طور پر دیکھا اور فوج کو کارروائی کا حکم دے دیا۔

* جنرل ضیاء الحق کے دور میں 1982ء میں جنگِ بیروت ہوئی تو یاسر عرفات کو جن تین ممالک نے اپنی افواج کی پیشکش کی ان میں پاکستان، الجیریا اور ایران شامل تھے۔

* یکم اکتوبر 1980ء کی رات جنرل ضیاء الحق نے اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی میں تلاوتِ قرآن کے بعد عالمِ اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے تقریر کی جس کی عالم اسلام میں

خوب تعریف کی گئی کیونکہ تاریخ میں کسی ملک کے حکمران کو اس بین الاقوامی ادارے میں ایک عقیدہ رکھنے والے 50 ملکوں کی نمائندگی کا پہلی بار موقع ملا تھا۔

* 1967ء جنرل ایوب کے دور میں اور 1973ء میں ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں عرب اسرائیل جنگوں میں پاکستان نے اسرائیل کو شدید زک پہنچائی۔ پاکستان نے کم از کم اسرائیل کے دس جہاز مار گرائے، جبکہ وہ ایک بھی پاکستانی جہاز نہ گرا سکے۔ (الحمد للہ) 1967ء میں پاکستانی پائلٹ سیف الاعظم نے اکیلے چار جہاز مار گرائے۔ پھر عراق اور شام میں بھی خدمات سرانجام دیں۔ پاکستانی ائیر فورس کے پائلٹ ائیر کموڈور عبدالستار علوی (ستارہ شجاعت اور ستارہ امتیاز ملٹری) اور ونگ کمانڈر سیف الاعظم (ستارہ شجاعت) دو ایسے ہیروز ہیں جو جنگ یومِ کپور 1973ء میں اور اسرائیل کے خلاف بہت دلیری و بہادری سے لڑے اور 1976ء تک پاکستانی پائلٹ شام میں رہ کر تربیت دیتے رہے۔ انھی جنگوں میں کنیتہ المجاہدین، مجاہدین کی توپیں نامی توپ خانہ بھی بھیجا گیا جس نے اسرائیل کی پیش قدمی روک دی تھی۔

* 1973ء میں بھٹو نے حافظ الاسد کو فون کیا کہ اگر دمشق کو اسرائیل سے خطرہ ہوا تو میں آرمڈ بریگیڈ بھیجنے کو تیار ہوں، یعنی اسلامی جمہوریہ پاکستان کی فوج دمشق کا دفاع کرے گی۔

* پاکستان نے 1974ء میں لاہور میں ''پی ایل او'' کو اسلامی کانفرنس میں پہلی بار شامل کیا تھا۔ یاسر عرفات کو ایک سربراہ مملکت کا مکمل پروٹوکول دیا تھا۔

* 1978ء میں کراچی میں ایشیائی اسلامی کانفرنس کے موقع پر اے کے بروہی صاحب کے عشائیہ کے موقع پر مولانا ابوالحسن ندوی صاحب نے بتلایا کہ میں اکثر مسلم ممالک کی علمی، تعلیمی و نصابی کمیٹیوں اور اکیڈمیوں کا رکن ہوں لہٰذا میرا مسلم ممالک میں آنا جانا رہتا ہے خصوصاً عرب ممالک میں۔ چنانچہ مختلف قسم کے اطلاعات میسر آجاتی ہیں۔ میں آپ

کو یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہودیوں کے سیاسی پروٹوکول میں اسرائیل کا دشمن نمبر ایک پاکستان ہے چنانچہ اسرائیل کے نزدیک اسلامی ممالک میں سب سے قبل پاکستان کو زک پہنچانا لازم ہے۔ یہودیوں کی چالیں اتنی خفیہ اور لطیف ہوتی ہیں کہ ہم مسلم لوگ انھیں سمجھنے سے اکثر قاصر رہتے ہیں۔

* 1994ء میں جنیوا میں یاسر عرفات اور بے نظیر بھٹو کی ملاقات ہوئی۔ یاسر عرفات نے کہا کہ ہماری درخواست ہے کہ پاکستان کھل کر ہماری مدد کرے اور اسرائیل کے ساتھ روابط بڑھانے سے گریز کرے، جس پر بینظیر بھٹو نے کہا کہ اگر پی ایل او کے اسرائیل سے مذاکرات ہو سکتے ہیں تو پاکستان اور اسرائیل میں رابطے قائم ہونے میں کیا برائی ہے؟ یاسر عرفات نے کہا کہ پاکستان ایک آزاد ملک ہے اور فلسطینی محکوم ہیں۔ اگر پاکستان جیسا مضبوط اسلامی ملک اسرائیل سے دور رہے تو ہم محکوموں کی سیاسی پوزیشن مضبوط رہے گی اور ہم اسرائیل سے کچھ نہ کچھ منوالیں گے اور آپ کا احسان نہیں بھولیں گے۔ بھٹو کی بیٹی نے یاسر عرفات کو اپنے بھرپور تعاون کا یقین دلایا اور اسرائیل سے دور رہنے کا وعدہ کیا۔
* 6-10-1973ء کو مصر نے اسرائیل پر حملہ کیا تو اس میں 200 پاکستانی شہید ہوئے۔
* 1982ء میں اسرائیل لبنان جنگ میں پاکستان سے رضا کار جاکر اسرائیل کے خلاف لڑے اور جب بیروت کا محاصرہ ہوا تو پچاس پاکستانی مجاہدین بھی پکڑے گئے۔
* 1980ء کی دہائی میں عراق کے نیوکلیئر پروگرام کو تباہ کرنے کے بعد اسرائیل نے انڈیا کے ساتھ مل کر پاکستان کے نیوکلیئر پروگرام پر حملہ کرنے کا پلان بنایا تو جنرل ضیاء الحق شہید نے بڑی جرأت کے ساتھ ناکام بنایا اور جواب میں اسرائیل کے نجیف ڈیزرٹ میں موجود ایٹمی پروگرام پر حملہ کرنے کی دھمکی بھی دی۔

انڈونیشیا

* 1948ء میں جب انڈونیشیا نے آزادی کا اعلان کیا تو قائداعظم نے انڈونیشیا میں تعینات برصغیر کے مسلمان سپاہیوں کو برٹش آرمی چھوڑ کر انڈونیشین حریت پسندوں کے شانہ بشانہ لڑنے کا کہا، جس پہ انڈونیشیا میں تعینات 600 تا 800 مسلمان سپاہی ہالینڈ کے خلاف لڑے اور 500 کے قریب شہید ہوئے۔ یہ انڈونیشین تحریک آزادی کے لیے بہت بڑی کمک تھی۔ انڈونیشیا میں آج بھی قائداعظم رحمہ اللہ کے بھیجے گئے ان پانچ سو سپاہیوں کو THE BRAVE 500 (پانچ سو بہادر) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ 1947ء کے اگست کے اواخر میں ہالینڈ کے طیارے اسلحہ لے کر انڈونیشیا جاتے ہوئے کراچی ایئر پورٹ پر اترے تو قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ نے ڈچ طیاروں کو حراست میں لے لینے کا حکم دیا، کیونکہ یہ برطانیہ کے کہنے پر بطور کمک جکارتہ انڈونیشیا کی تحریک آزادی کو کچلنے کے لیے بھجوائے جا رہے تھے۔ اس سے انڈونیشیا میں حریت پسندوں کو اپنی جدوجہد جاری رکھنے میں کافی معاونت ملی۔ 1948ء میں ہالینڈ تحریک آزادی انڈونیشیا کو کچلنے کے لیے آخری کوششیں کر رہا تھا، اس میں پاکستان کی طرف سے انفنٹری کے جوان گوریلا جنگ میں حریت پسندوں کی امداد کے لیے بھجوائے گئے، بالآخر دسمبر 1948ء میں انڈونیشیا کو مکمل آزادی نصیب ہوئی۔ قائداعظم کو ان کی ان خدمات کی وجہ سے انڈونیشیا کے سب سے بڑے اعلیٰ سرکاری اعزاز ادی پورہ (ADIPUAR) سے نوازا گیا۔

(یہ اعزاز سترہ اگست 1995ء کو انڈونیشیا کی گولڈن جوبلی تقریبات میں قائداعظم رحمہ اللہ کی خدمات کے اعتراف میں دیا گیا)

جاپان

* 1957ء میں پاکستان نے چاولوں سے بھرا ہوا ایک بحری جہاز ٹوکیو بھجوایا۔ جہاز پر

”جاپان کی امداد کے لیے پاکستان کا تحفہ“ لکھا ہوا تھا اور جاپانیوں نے حکومت پاکستان کا شکریہ ادا کیا۔ جاپانیوں کو آج بھی پاکستان کا یہ احسان یاد ہے۔ جاپان کا دنیا کے ان چار ملکوں میں شمار ہوتا ہے جن کے ساتھ پاکستان کے تعلقات شروع دن سے حیران کن رہے۔ ہندوستان کے آخری وائسرائے لارڈ ماؤنٹ بیٹن پاکستان اور بھارت کی آزادی کا اعلان 15 اگست 1947ء کو کرنا چاہتے تھے اس کی وجہ جاپان تھا۔ جاپان نے 1945ء میں 15 اگست کو امریکہ کے سامنے سرنڈر کیا تھا، لارڈ ماؤنٹ بیٹن کی خواہش تھی 15 اگست 1947ء کو جب پورا برطانیہ یومِ فتح منا رہا ہو تو بھارت اور پاکستان کی پیدائش اسی وقت ہوتا کہ ہر سال جب ان دونوں ملکوں کے لوگ آزادی کی تقریبات منائیں تو اس وقت جاپانی افسردہ ہوں اور یہ کھیل جاری رہے۔ یہ منصوبہ جب قائداعظم کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے فوراً انکار کر دیا۔ قائداعظم رحمہ اللہ کا کہنا تھا: ہم اپنا یوم آزادی کسی دوسری قوم کے یوم شکست پر نہیں رکھیں گے۔ دوسری جنگ عظیم میں اس شکست کے بعد جاپان آج بھی امریکہ کو ہر سال 10 بلین ڈالر تاوان ادا کرتا ہے پاکستان نے اپنا حصہ معاف کر دیا تھا۔ جاپان کے ساتھ تجارت میں بیلنس آف ٹریڈ پاکستان کے حق میں ہوا کرتا تھا۔

جرمنی

* 1950ء کی دہائی میں پاکستان نے جرمنی کو 25 ملین ڈالر قرض دیا تھا اور جاپان کو بھی قرض اور امداد دی۔ پاکستان نے پولینڈ کے متاثرین کو پناہ دی تھی۔

چین

* پاکستان نے امریکہ اور چین کا رابطہ کروانے میں مرکزی کردار ادا کیا تھا۔
* ہنری کسنجر اور صدر رچرڈ نکسن کے چین کے پہلے دورے کا انتظام بھی پاکستان نے کیا تھا، حالانکہ اس وقت ہم مشرقی پاکستان میں ہندوستانی جارحیت کا مقابلہ کر رہے تھے۔

پاکستان نے چین کا دنیا سے رابطہ کروایا۔

* پی آئی اے دنیا کی پہلی ایئر لائن تھی جس نے چین کی سرزمین پر اپنا طیارہ اتارا تھا۔ ماؤزے تنگ اور چو این لائی نے ایئر پورٹ آ کر فلائٹ کا استقبال کیا تھا۔ پاکستان نے ماؤزے تنگ کو ذاتی استعمال کے لیے اور مزید جہاز بھی گفٹ کیے تھے اور یہ موزے تنگ والا جہاز آج بھی پاکستان کے شکریہ کے ساتھ چین کے میوزیم میں کھڑا ہے۔
* پاکستان نے چین میں لوہے کا پہلا کارخانہ بیکو کی طرز پر لگایا تھا۔ چو این لائی اسے دیکھنے کے لیے اپنے ماہرین کے ساتھ 1960ء کی دہائی میں لاہور آئے تھے اور دنیا سے مشینری لے کر چائنہ پہنچائی جس سے چین نے فائدہ اٹھایا۔
* بٹالہ انجینئرنگ کمپنی یعنی بیکو کو دیکھنے کے لیے کئی ممالک کے وفود آتے تھے۔ جاپانی انجینئر نے بٹالہ انجینئرنگ سے تربیت لی تھی۔

صدر ایوب کے استقبال

* 1961ء میں جنرل ایوب خان امریکہ کے دورے پر گئے تو پوری امریکی کابینہ نے صدر جان ایف کینیڈی سمیت ایئر پورٹ پر ان کا استقبال کیا۔ صدر ایوب کھلی گاڑی میں ایئر پورٹ سے وائٹ ہاؤس گئے اور سڑک کے دونوں اطراف امریکی عوام ہاتھوں میں پھول لے کر کھڑی تھی اور ویلکم ویلکم کے نعرے لگا رہے تھے۔
* صدر ایوب جب برطانیہ گئے تو ملکہ برطانیہ نے خود استقبال کیا۔
* صدر ایوب سعودی عرب گئے تو اس وقت کے سعودی عرب کے حکمران نے ائیر پورٹ پر تلوار کا رقص کر کے استقبال کیا۔

اتحادِ عالمِ اسلام

* ممالک اسلامی کی اقتصادی کانفرنس نومبر 1949ء کو حکومت پاکستان نے اپنے قائم

ہونے کے دو سال بعد ہی نامساعد حالات کے باوجود اپنی بنیاد کے اہداف کی طرف بڑھتے ہوئے کراچی میں منعقد کی۔ اس میں ترکی، مصر، سعودی عرب، ایران، عراق، افغانستان، مسقط، عمان، الجزائر، تیونس، لیبیا، انڈونیشیا، مالدیپ اور آزاد کشمیر کے نمائندے شریک ہوئے۔ اس موقع پر ایک نمائش بھی ہوئی جس میں افغانستان، ایران، مصراور عراق وغیرہ اسلامی ممالک کی اعلیٰ مصنوعات دکھائی گئیں۔ اس طرح بین الاقوامی اسلامی اتحاد کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔

* **موتمر اسلامی:** پاکستان نے موتمر اسلامی کے لیے تمام اسلامی ممالک کو دعوت نامے بھیجے اور پھر فروری 1951ء کو کراچی میں موتمر کے اجلاس منعقد ہوئے۔ اس موتمر کے اجلاس میں دنیائے اسلام کے ممتاز اصحاب اور مندوبین شامل ہوئے اور اسلامی برادری کے رشتے مضبوط و مستحکم ہو گئے۔
* جولائی 1978ء کو کراچی میں ایشیائی اسلامی کانفرنس منعقد ہوئی۔ کانفرنس چار پانچ دن جاری رہی۔ ایک دن ایشیائی مسلمان اقلیتوں کے احوال و امور کے لیے مختص تھا۔ اس دن تمام میڈیا کے نمائندوں سے بڑے ادب سے معذرت کر کے ان کو ہال سے باہر بھیج دیا گیا۔ پھر ہال کے دروازے بند کر کے کارروائی شروع ہوئی۔
* افغانستان میں روسی فوجیں اتریں تو اس کے پندرہ ہی دن بعد اسلام آباد میں مسلم وزرائے خارجہ کی کانفرنس منعقد ہوئی۔ روس جلال آباد میں بیٹھا تھا۔ ادھر اسلام آباد میں اس کے خلاف قرار دادیں منظور ہو رہی تھیں۔ مذمت ہو رہی تھی۔
* کچھ خلیجی ممالک اور دوسرے ممالک کی مالی و دیگر مدد کرنا۔
* مسلم ممالک کی مدد کی وجہ سے ISI کے عہدے داروں کے خلاف امریکہ اور دوسرے ممالک میں کیس ہوئے۔
* مراکش، لیبیا اور عراق کے مسلمانوں کی مدد کرنا۔
* دیوار برلن کا ایک ٹکڑا شکریہ کے ساتھ یہ لکھ کر کہ پہلی ضرب آپ نے لگائی تھی اس کو

توڑنے کے لیے جنرل حمید گل صاحب کو بھیجا گیا۔

* ڈاکٹر عبد القدیر خان مرحوم کی عالم اسلام کے لیے خدمات جنھیں سی آئی اے نے خطرناک ترین قرار دیا تھا۔
* ڈاکٹر بشیرالدین صاحب کا روشن کردار۔
* بہت سے عرب ممالک کی سیکورٹی کے لیے اپنے لوگ بھیجنا، جنرل راحیل شریف صاحب وغیرہ۔
* ترک بھائیوں کی قیامِ پاکستان سے پہلے بھی مدد کی تھی اور قیامِ پاکستان کے بعد بھی ترکی کی مدد کی تھی۔ ترکی کے زیادہ تر امراء، فوجی افسروں اور سیاستدانوں کے بچے پاکستان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ استنبول میں پہلا بوئنگ طیارہ پاکستان نے اتارا تھا اور ترکی نے اس کے لیے ایئر پورٹ پر نیا رن وے بنایا۔ پوری کابینہ اس کے استقبال کے لیے ائیر پورٹ پر آ گئی تھی۔
* پاکستان نے مراکو، تیونس اور الجزائر کی آزادی میں بھی مرکزی کردار ادا کیا۔ پاکستان نے ان کی سیاسی قیادت کو پاسپورٹ بھی دیے تھے اور اقوامِ متحدہ میں اپنے بنچ سے انھیں خطاب کا موقع دیا۔
* ایران کی ترقی اور یورپ و امریکہ کے ساتھ تعلقات میں پاکستان نے اہم کردار ادا کیا تھا۔ شام، اردن اور مصر کی سفارت کاری، آزادی اور بحالی میں بھی پاکستان کا اہم کردار تھا۔
* مسلم دنیا کے 27 سے زائد ملکوں کے فوجی افسران پاکستان کی ملٹری اکیڈمیوں سے تربیت یافتہ ہو کر بعد میں اپنے اپنے ملکوں میں آرمی چیف بنے۔
* 1970ء تک پاکستان سے سعودی عرب زکاۃ جاتی تھی، سعودی شہری خانہ کعبہ میں پاکستانیوں کے رزق میں اضافے کے لیے دعائیں کرتے تھے۔ پاکستان نے یو اے ای کی ترقی میں بھی اہم کردار ادا کیا، ایمریٹس ایئر لائن کا کوڈ – ای کے (ای سے امارات

اور کے سے کراچی) کراچی سے شروع ہوئی، پاکستان نے جہاز اور عملہ بھی دیا تھا۔

* ملائشیا کا آئین پاکستانی وکلانے لکھا تھا۔ انڈونیشیا اور ملائیشیاء کی اشرافیہ کے بچے پاکستان میں پڑھتے تھے۔ جنوبی کوریا کی گروتھ میں محبوب الحق کے پانچ سالہ منصوبے کا اہم کردار تھا۔ (جس کا اعتراف جنوبی کوریا کی اشرافیہ نے اکثر پاکستانی زائرین سے کیا۔ خالد قمر 1990ء)
* پاکستان کی قومی ائیر لائن پی آئی اے نے عوامی جمہوریہ چین، مالٹا اور یہاں تک کہ امارات کی ائیر لائنز کے علاوہ تھائی ائیر لائنز بھی قائم کیں۔
* سنگاپور ایئر لائن اور پورٹ دونوں پاکستانیوں نے بنائیں۔
* جنوبی کوریا نے اقتصادی ترقی کے لیے کراچی کے ماڈل یعنی ایوب خان کی حکومت کے پانچ سالہ منصوبے سے استفادہ کیا۔

نہرو —لیاقت معاہدہ

* 8-4-1950ء کو دہلی میں وزیر اعظم لیاقت علی خان اور ہندوستانی وزیر اعظم جواہرلعل نہرو میں اقلیتوں کے تحفظ کا معاہدہ ہوا۔ اس معاہدے میں ضمانت دی گئی تھی کہ دونوں حکومتیں اپنے اپنے علاقوں میں اقلیتوں کو بلاامتیاز مذہب شہری حقوق میں مکمل برابری کا درجہ، جان، مال، عزت آبرو اور ثقافت کا تحفظ نقل و حرکت کی آزادی، تقریر و تحریر، کاروبار اور عبادت کی آزادی دیں گے۔
* 10-4-1950ء کو دونوں ممالک کی اسمبلیوں نے اس معاہدہ کی توثیق کی، مگر افسوس پاکستانی حکمران ہندوستانی مسلمانوں کے لیے وہ آواز نہیں اٹھاتے اور احتجاج نہیں کرتے، دنیا کے سامنے ہندوستانی مظالم پیش نہیں کرتے، ہندوستانی مسلمانوں کی مدد نہیں کرتے جو انھیں اس معاہدے کی وجہ سے اپنے ملی، دینی اور اخلاقی فریضہ کی وجہ سے کرنی چاہیے۔ کیونکہ اہل پاکستان و بنگلہ دیش خصوصاً جبکہ عرب ممالک و دیگر مسلم ممالک عموماً ان ہندوستانی مسلمانوں کے مقروض ہیں۔

* ہندوستان 1990ء کی دہائی تک پاکستان سے بجلی خریدتا رہا۔

افغانستان

افغانستان سے اکثر پاکستان کے خلاف سازشیں ہوئی ہیں۔افغانستان کی سرزمین بھی پاکستان کے خلاف استعمال ہوتی ہے پھر بھی پاکستان نے اپنے کلمے سے رشتے کی وجہ سے ہمیشہ افغان عوام اور حکومتِ افغانستان کی مدد ہی کی ہے۔

* افغانستان میں روس کے خلاف اپنے لوگ بھیجنا: افغانستان کے جہاد میں روس کے خلاف پاکستان کے صدر، آرمی چیف، ISIچیف جنرل حمید گل صاحب اور کرنل امام شہید وغیرہ بھی شامل ہوئے۔سوویت یونین کے افغانستان میں شکست کی وجہ سے ٹوٹنے سے آزاد ہونے والی کل پندرہ میں سے چھ ایسی ریاستیں آزاد ہوئیں جہاں مسلمان اکثریت میں ہیں۔

سوویت ریاستیں: ا:آرمینیا۔ 2. آذربائیجان۔ 3. بیلارس۔ 4. اسٹونیا۔ 5. جارجیا۔ 6. قازقستان۔
7. کرغزستان۔ 8. لٹویا۔ 9. لتھوینیا۔ 10. مالڈووا۔ 11. روس۔ 12. تاجکستان۔ 13. ترکمانستان۔
14. یوکرین۔ 15. ازبکستان۔

* روس کے خلاف جب افغانستان میں کامیابی ملی تو عبداللہ عزام شہید رحمہ اللہ سے سوال کیا

گیا کہ آپ لوگوں نے افغانستان میں کامیابی حاصل کرلی مگر اپنے فلسطین کو آزاد نہیں کروا سکے تو انھوں نے آہ بھر کے کہا: اے کاش! فلسطین کے پڑوس میں بھی پاکستان ہوتا۔

* نائن الیون کے بعد جب امریکہ کی قیادت میں افغانستان پر حملہ ہوا تو مجاہدِ کبیر کمانڈر مولانا جلال الدین حقانی صاحب نے پاکستانی عہدے داروں سے کہا کہ آپ لوگ پاکستان کو بچا کر رکھیں کیونکہ پاکستان رہے گا تو ہم جیت جائیں گے اگر خدانخواستہ پاکستان کو کچھ ہوتا ہے تو ہم افغانستان میں جیت کر بھی ہار جائیں گے۔ اس لیے پاکستان کا محفوظ رہنا بہت ضروری ہے۔

* معروف کمانڈر و سابقہ وزیر اعظم حکمت یار صاحب پاکستان کو اپنا دوسرا گھر قرار دیتے تھے اور یہ کہ دونوں ملکوں میں سرحد نہیں ہونی چاہیے۔ یہ افغانستان کے معروف لیڈر ہیں جو کہ پاکستان کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے کہہ رہے تھے۔ اے کاش! اہل اسلام، اہل افغانستان اور اہل پاکستان بھی پاکستان کی اہمیت کو سمجھیں۔

* پاکستان میں تخریب کرنے والوں کو لیبیا، عراق و شام سے عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ انقلابوں اور اسلام کے نام پر ان ملکوں کو تباہ کیا گیا جیسا بھی کردار مسلمانوں اور اسلام کے لیے ادا کر رہے تھے۔ اب تو مسلمان ہی وہاں محفوظ نہیں ہیں۔ جتنے کافر پاکستان کے دشمن ہیں ان ممالک کے نہ تھے۔ اس لیے اس نعمتِ ربانی کی قدر کرنی چاہیے، اس کو محفوظ و مضبوط بنانا چاہیے۔

بنگلہ دیش و برما

* **برما کے مسلمانوں کو ضیاء الحق شہید کی طرف سے تعاون:** جنرل ضیاء الحق شہید نے قائد اعظم رحمہ اللہ کے ویژن کے مطابق برما اور بنگلہ دیش کے مسلمانوں کی مدد کی، عالمی سازشوں اور اپنوں کی خود غرضیوں سے بنے بنگلہ دیش کو بھی عسکری لحاظ سے مضبوط کر رہے تھے۔ وہ بنگلہ دیش کی ساڑھے آٹھ ڈویژن افواج کو معیاری لڑاکا تیار کروا

رہے تھے۔ کافی کام ہو گیا تھا۔ بقول کرنل فاروق صاحب (شیخ مجیب کو مارنے والے) ساڑھے آٹھ میں سے ساڑھے چھ ڈویژن آرمی تیار ہو گئی تھی۔ باقی دو ڈویژن بھی تیار ہو جاتی مگر ضیاء صاحب کو شہید کر دیا گیا۔ ضیاء صاحب نے ہتھیاروں کے لیے رقوم کا انتظام بھی عرب ممالک کے ذریعے کیا۔ چین سے بھی بہت کچھ لے کر دیا۔ ضیاء الحق صاحب کی شہادت کا جو بنگلہ دیش کو نقصان ہوا اس کا آپ اندازہ نہیں کر سکتے، وہ شخص اسلام آباد میں بیٹھا ہوا یہاں والوں کا غم کھاتا رہتا تھا اور ظاہر ہے کہ یہاں والوں کی قوت وہاں والوں کے مفاد میں تھی۔ ضیاء الحق صاحب کی شہادت کا سبب صرف افغانستان ہی نہیں بلکہ بنگلہ دیش بھی ہے۔ ضیاء الحق صاحب کی شہادت میں بھارت شریک تھا۔ [کرنل فاروق صاحب، ڈھاکہ]

پاکستان دیگر شعبوں میں بھی بنگلہ دیش کی مدد کرتا ہے۔

سری لنکا

* پاکستان کا LTTE ہندوستانی پراکسی کے خلاف سری لنکا حکومت کے ساتھ تعاون کرنا اور مضبوط پراکسی سے سری لنکا کو محفوظ کرنا۔

بوسنیا

* بوسنیا کے مسلمانوں کی مدد کے لیے اسلحہ اور اپنے لوگ بھیجنا۔ ستمبر 2011ء میں بوسنیا کے مسلمانوں کی مدد کرنے کی وجہ سے سابقہ ISI چیف جنرل ناصر جاوید صاحب کو UNO کے ٹریبونل نے مسلمانوں کی مدد کے الزام میں پاکستان سے مانگا تھا۔
* UNO کے مشنوں میں پاک افواج کی انسانیت کے امن کے لیے خدمات میں انمول قربانیاں پیش کرنا۔

قائداعظم یا پاکستان نے مسلمانوں کی، انسانیت کی مدد کر کے کوئی جرم نہیں کیا، بلکہ یو این او کے چارٹر پر عمل کر کے اپنا فرض ادا کیا۔ دوسرے ممالک بھی اپنے اپنے مفادات کے لیے

کام کرتے ہیں۔ ہندوستان نے تو ریاست حیدر آباد، ریاست جموں و کشمیر، ریاست جوناگڑھ، سکم اور دیگر ریاستوں اور جگہوں پر اقوام متحدہ کے چارٹر کو روندتے ہوئے قبضے ہی کر لیے، 1971ء میں پاکستان کو دولخت کر کے مشرقی پاکستان سے بنگلہ دیش بنا دیا۔ قیامِ پاکستان سے ہی ہندوستان پاکستان کے خلاف ہر سطح پر، ہر جگہ سازشوں اور چالوں میں مصروف ہے اور ہندوستانی حکمران دیگر ممالک میں اپنے مفادات کے لیے کام کرتے ہیں۔ اہل یورپ نے افغانستان، عراق، شام، لیبیا، مشرقی تیمور اور سوڈان وغیرہ میں اپنے مفادات کے لیے کام کیا اور اب یوکرین میں کر رہے ہیں۔ اسرائیل تو ویسے ہی ان کی ناجائز اولاد ہے جس کے تحفظ کے لیے انسانیت کو شرمندہ کرتے ہیں اور خود بھی ہو جاتے ہیں۔ الغرض ہر کوئی اپنے مفاد اور اپنے مذہب کے لیے کام کرتا ہے۔

یہ ہیں ان خدمات کی ایک جھلک ،انسانیت کی بھلائی کی کوششوں کا ایک حصہ جو پاکستان بننے کی وجہ سے اہل پاکستان کر سکے۔ پس ثابت ہوا انسانیت کی بھلائی کے لیے ایک مضبوط تر مستحکم اور دو قومی نظریے کا عَلَم بردار پاکستان اشد ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دلی دعا ہے کہ وہ وطن عزیز پاکستان کی ہر ہر طرف سے نصرت و حفاظت و دستگیری فرمائے۔ ہر شر و فتنہ، سازش اپنوں، بیگانوں کی یلغاروں، خود غرضیوں سے بچا کر اسے جلد مکمل و مستحکم و سر بلند کرے۔ اسے ہر طرح کی غلامی و محتاجی سے محفوظ رکھے۔ امن وعدل و انصاف کا گہوارہ بنائے بفضل تعالیٰ جن اعلیٰ پاکیزہ اہداف کے لیے بانیان پاکستان نے یہ مدینہ ثانی حاصل کیا وہ تمام پاکیزہ اہداف، مقدس مشن، ارادے اور اہل جموں و کشمیر کے لیے ان کی نیک خواہشات پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور مکمل جموں و کشمیر جلد مضبوط شہ رگ پاکستان بن کر پاکستان کو صحت مند زندگی دے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین!

کلمہ حق

کون کہتا ہے کہ پاکستان میں اظہارِ رائے کی آزادی نہیں ہے۔ دنیا میں پاکستان جیسی ریاست کا تصور محال ہے۔ پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جہاں بیٹھ کر، بلکہ ریاستی عہدوں پر بیٹھ کر کوئی بھی شخص اخبار، سوشل میڈیا، الیکٹرانک میڈیا، پرنٹ میڈیا اور ریڈیو وغیرہ پر یہ سوال اٹھا سکتا ہے کہ پاکستان قائم ہونا چاہیے تھا یا نہیں؟ دو قومی نظریہ درست تھا کہ نہیں؟ قائد اعظم رحمۃ اللہ نے پاکستان اسلام کی بنیاد پر نہیں حاصل کیا بلکہ انگریزوں نے بنایا تھا؟ پاکستان کا مستقبل اسلام سے نہیں بلکہ دوسرے نظاموں سے روشن ہوگا۔ بلکہ کچھ تو اس سے بھی آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ متحدہ ہندوستان ہی رہنا چاہیے تھا، پاکستان بننا ہی نہیں چاہیے تھا، دو قومی نظریہ ہے ہی غلط وغیرہ وغیرہ۔

آیئے! دیکھتے ہیں کہ کیا دوسرے ممالک میں بھی اسی طرح کی آزادی ہے۔جن کی روشن خیالی ،آزادیٔ اظہار رائے کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

* سابق سوویت یونین تقریباً دو کروڑ لاشوں پر قائم ہوا تھا اور اس نے دو ہزار سال کی عیسائیت کو چار دن میں زندہ دفن کر دیا تھا، لیکن اس کے باوجود 70سال تک کسی کو یہ سوال اٹھانے کی جرأت نہ ہوئی کہ سوویت یونین بننا چاہیے تھا یا نہیں؟اس کی وجہ ظاہر ہے کہ یہ سوال اٹھانے والا اگلے دن یا تو زندہ ہی نہ ہوتا تھا یا پھر اسے ساری زندگی سائبیریا میں گزارنی پڑتی تھی۔
* چین کا انقلاب چار کروڑ لوگوں کو نگل گیا اور اس انقلاب کے مخالفوں کی کمی نہیں تھی مگر چین میں آج تک کسی نے پبلک یا میڈیا میں یہ سوال نہیں اٹھایا کہ ماؤ کا انقلاب درست

تھا یا غلط تھا؟

* امریکہ جیسے آزاد ملک میں کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ یہ سوال اٹھائے کہ امریکہ کو وجود میں آنا چاہیے تھا یا نہیں؟ امریکہ میں اس حوالے سے آزادیٔ رائے کا یہ عالم ہے کہ نوم چومسکی کو امریکی انتظامیہ کی پالیسیوں سے اختلاف ہے اور وہ امریکہ کے تین بڑے دانش وروں میں سے ایک ہیں اس کے باوجود آپ انھیں امریکی ذرائع ابلاغ کے مرکزی دھارے میں بیٹھ کر کبھی کلام کرتا ہوا نہیں پائیں گے۔ وہ کبھی سی این این اور فوکس نیوز پر نمودار نہیں ہو سکتے حالانکہ وہ امریکہ کے حکمرانوں کی جارحانہ پالیسیوں کے خلاف نہایت ٹھوس شواہد کی روشنی میں بات کرتے ہیں۔ ایزرا پاؤنڈ امریکہ کے سب سے بڑے شاعر اور سب سے بڑے نقاد تھے مگر انھیں امریکہ کے نظام کی مخالفت اتنی مہنگی پڑی کہ انھیں دو چار نہیں 15 برس نفسیاتی ہاسپٹل میں نفسیاتی مریض بن کر گزارنے پڑے حالانکہ وہ نفسیاتی مریض نہیں تھے، مگر ان کی جان بخشی کی اس کے سوا کوئی صورت نہ تھی۔ اسی طرح اور کئی ممالک میں یہ ممکن نہیں کہ ریاست یا ریاستی اداروں کے خلاف بات کی جا سکے۔ لیکن پاکستان میں کوئی بھی شخص سوشل میڈیا، الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا پر پاکستان اور پاکستان کے اداروں کے خلاف زہر اگل سکتا ہے۔

اس سلسلے میں اپنے مخصوص اہداف کے حصول کے لیے مولانا ابوالکلام آزاد کے انٹرویو اور ایک تقریر کے اقتباسات بھی مولانا ابوالکلام آزاد کی پیش گوئیوں کے عنوان سے پیش کیے جاتے ہیں۔ مولانا نے اپنی تقریر اور انٹرویو میں کہا تھا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان تعلق کی بنیاد صرف مذہب ہے۔ قائد اعظم اور لیاقت علی خان کے بعد مشرقی اور مغربی پاکستان کو متحد رکھنے والی کوئی شخصیت موجود نہیں ہے۔ پاکستان کے قیام سے خطے میں بڑی طاقتوں کی مداخلت بڑھ جائے گی۔ متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے مفادات کا زیادہ بہتر طریقے سے تحفظ ہو سکتا ہے۔ پاکستان پر وڈیرے قابض ہو جائیں گے۔ پاکستان پر دوسرے

اسلامی ممالک کی طرح فوج کا کنٹرول ہو گا۔

مولانا آزاد سے منسوب پیش گوئیوں پر گزارشات ملاحظہ فرمائیں۔

ان سب باتوں کا لب لباب یہ ہے کہ پاکستان غلط بن گیا اور اسے وجود میں نہیں آنا چاہیے تھا، متحدہ ہندوستان ''مہابھارت'' میں ہی رہنا چاہیے تھا۔ کچھ لوگوں کو مولانا ابوالکلام آزاد کی یہ رائے صحیح معلوم ہوتی ہے لیکن یہ ایک ازخود غلط خیال ہے اور شعوری طور پر مگر نہایت چالاکی کے ساتھ لوگوں کے ذہنوں کو مسموم کرنے کے لیے اسے بعض قوتوں کے اشارے پر عام کیا جاتا ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں کی تاریخ کا یہ ایک عجیب واقعہ ہے کہ جدید برصغیر نے جو شخصیات پیدا کیں ان میں تین نمایاں ہیں اور ان تینوں شخصیتوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی تقدیر کو بالآخر ایک ہی تناظر میں دیکھا۔ ① سرسید احمد خان، ② علامہ محمد اقبال، ③ قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ۔ ان سے پہلے شیخ مجدد الف ثانی رحمہ اللہ، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ اور سیدین شہیدین وغیرہ نے بھی اس تناظر میں دیکھا بلکہ اول الذکر تینوں شخصیات نے انہی کی فکر کو آگے بڑھایا۔

۱۔ سر سید احمد خان سرتا پا ایک جدید شخص تھے بلکہ کہنے والوں نے انھیں ''بابائے جدیدیت'' بھی کہا ہے۔سرسید کی وسیع المشربی کا یہ عالم تھا کہ انھوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک خوبصورت دلہن کی دو آنکھیں کہا تھا۔ پھر ہندوؤں کی عصبیت کو دیکھتے ہوئے انھوں نے مسلمانوں کو یہ مشورہ دیا کہ اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے کانگرس میں شامل ہونے کی بجائے اپنے پلیٹ فارم سے جدوجہد کریں کیونکہ ہندو اور مسلمان اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ آگ اور پانی اکٹھے نہیں رہ سکتے۔

سرسید احمد خان نے بنارس کے کمشنر مسٹر شیکسپیئر کے سوال کے جواب میں کہا کہ اب مجھے پورا یقین ہے کہ دونوں قومیں مسلمان اور ہندو کبھی یکجا نہیں ہوں گی۔ اس وقت ان کے درمیان کوئی جنگ نہیں ہے مگر نام نہاد تعلیم یافتہ طبقے کی وجہ سے اس محاذ آرائی

میں اضافہ ہوگا جو شخص زندہ رہے گا وہ دیکھے گا۔

* علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ کی وسیع النظری سرسید سے بھی آگے بڑھی ہوئی تھی۔ انھوں نے اپنی شاعری میں شری کرشن کی تعریف کی ہے، شری رام کو امامِ ہند قرار دیا تھا، گرونانک کو سراہا تھا گوتم کا ذکر تکریم کے ساتھ کیا تھا۔ ہمالہ اور ترانہ ہندی جیسی قوم پرستانہ نظمیں لکھی ہیں۔ مگر بالآخر اقبال رحمۃ اللہ کی شخصیت میں بھی یہ تغیر آیا کہ ترانہ ہندی کی ضد یعنی ترانہ ملی لکھ دیا اور ''ہندی ہیں ہم وطن ہیں ہندوستان ہمارا'' کے بعد ''مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا'' کا نعرہ بلند کر دیا۔ یہاں تک کہ اقبال نے برصغیر میں مسلمانوں کی جداگانہ ریاست کا تصور پیش کیا اور ''مصورِ پاکستان'' کہلائے۔ پاکستان کی مخالفت کرنے والوں کو آڑے ہاتھوں لیا۔

علامہ اقبال کو مارچ 1909ء میں منوراراج نے امرتسر میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے خطاب کرنے کی دعوت دی مگر انھوں نے اسے مسترد کرتے ہوئے فرمایا: میں خود اس خیال کا حامی رہ چکا ہوں کہ امتیاز مذہب اس ملک سے اُٹھ جانا چاہیے مگر اب میرا خیال ہے کہ قومی شخصیت کو محفوظ رکھنا ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں کے لیے مفید ہے، ہندوستان میں ایک مشترک قومیت پیدا کرنے کا خیال اگرچہ نہایت خوبصورت اور شاعرانہ ہے تاہم موجودہ حالت اور قوموں کی نادانستہ رفتار کے لحاظ سے ناقابل عمل ہے۔ (فکرِ اقبال، مجید سالک صفحہ نمبر: 93،94)

تیری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں
فرنگ کی رگ جان پنجہ یہود میں ہے
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات
خودی کی پرورش و لذت نمود میں ہے
(اقبال)

* قائداعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ کا معاملہ یہ تھا کہ وہ کانگریس کے اہم رہنما تھے۔ گاندھی جی

افریقہ سے بیرسٹری کر کے لوٹے تو ان کے اعزاز میں ممبئی میں جو تقریب منعقد ہوئی اس کی قائداعظم رحمۃ اللہ صدارت فرما رہے تھے۔ سروجنی نائیڈو اور گوپال کرشن گوکھلے نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ ہندو مسلم اتحاد کے سب سے بڑے سفیر ہیں۔ پھر کانگریس اور ہندوؤں کی تنگ نظری، بالادستی کی سوچ ہندتوا کی علم برداری رام راج کے لیے ان کی کوششوں کو دیکھتے ہوئے کانگریسی لیڈروں کو بہت سمجھاتے رہے۔ پھر مسلم لیگ اور کانگریس دونوں میں بیک وقت رہ کر اتحاد کی کوشش کرتے رہے اور 1916ء میں میثاق لکھنؤ بھی کروایا۔ 1928میں مسلم مخالف نہرو رپورٹ کے پاس ہونے پر ہندوؤں کے عزائم کو دیکھتے ہوئے مکمل طور پر مسلم لیگ میں آگئے اور چند برسوں میں ہی مسٹر جناح سے قائداعظم بن گئے۔ رہی سہی کسر 1937ء کے الیکشن کے نتیجے میں چھ صوبوں میں کانگریسی حکومتیں قائم ہونے کے بعد ہندتوا عفریت کے بھیانک چہرے نے پوری کر دی۔

* کانگریسی حکومتیں قائم ہوتے ہی ہندوؤں نے مذہبی فسادات شروع کروادیے۔ ہندوؤں کی ان خفیہ تنظیموں کی سرپرستی کی گئی کہ جن کا مقصد مسلمانوں کے خلاف فسادات کروانا، مسلمانوں کو جانی و مالی اور سماجی نقصان پہنچانا تھا۔
* مسلم دشمن ''وندے ماترم'' گیت کو قومی ترانہ قرار دیا گیا۔ مسلم طلبہ کو مجبور کیا جاتا کہ وہ یہ ترانہ پڑھیں۔ کانگریس کے ترنگے کو قومی جھنڈے کے طور پر ہی لہرایا جانے لگا۔
* مسلمانوں کا معاشرتی بائیکاٹ کیا جانے لگا، ہر جگہ بہت سے اداروں میں مسلمانوں کا داخلہ بند کر دیا گیا۔
* گائے کی قربانی کرنے والے مسلمان کو خاندان سمیت قتل کر کے اس کے گھر کو آگ لگا دیتے۔ کئی مقامات پر گائے کے ذبح کرنے کے الزامات کے تحت فسادات کروائے گئے۔
* نصابِ تعلیم کو از سر نو مرتب کیا گیا اور پوری طرح ہندوایا گیا۔ ان نصابی کتب میں کسی مسلمان بزرگ کا نام تک نہ رہنے دیا گیا۔ خدا کے لیے، ایشور اور بھگوان جیسے نام استعمال کیے اور یہ کوشش کی گئی کہ کسی کتاب میں کہیں بھی لفظ ''اللہ'' کا ذکر نہ آجائے۔

* سی پی کے وزیر اعلی شری شکلہ نے ''ودیا مندر''تعلیمی سکیم نافذ کی۔ زیر تعلیم مسلمان طلبہ پر لازم رکھا کہ وہ ہندوؤں جیسا لباس استعمال کریں اور ہندو طلبہ کے ساتھ بتوں کے سامنے ہاتھ جوڑ کر دعا (پراتھنا) میں شریک ہوں۔ السلام علیکم کی جگہ نمستے اور جے رام کی کہیں۔
* تعلیمی اداروں میں گاندھی کی مورتی لگائی گئی اور مسلمان طلبہ کو مجبور کیا گیا کہ وہ گاندھی کی مورتی کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوں اور اس کا احترام کریں۔
* ہندوؤں کے مذہبی تہواروں کو سرکاری سرپرستی حاصل ہو گئی جبکہ مسلمانوں کے تمام مذہبی تہوار بڑی سختی سے کچل دیے گئے۔عیدین کی نمازوں پر عیدِ میلاد النبی اور محرم کے جلوسوں پر بھی پابندی لگا دی گئی۔بعض علاقوں میں اذان دینے اور نماز پڑھنے پر پابندی لگا دی گئی۔بعض علاقوں میں نماز کے اوقات میں مساجد کے سامنے ہلڑ بازی بینڈ باجے بجانا روز کا معمول بن گیا۔
* ہندوؤں کی طرف سے نجی املاک، مسلم اوقاف کی جائیدادوں ناموں پر بھی مختلف بہانوں سے غاصبانہ قبضہ کیا گیا۔
* اردو، فارسی، عربی کو نشانہ بنایا گیا۔ ہندی زبان کو رائج کرنے کی جدوجہد سرکاری سرپرستی میں تیز کر دی گئی۔ وغیرہ وغیرہ۔

مسلمانوں کو یقین ہو گیا کہ ہندوؤں کے ساتھ نہیں رہا جا سکتا۔ قائداعظم رحمہ اللہ نے فرمایا تھا کہ جمہوریت کے قائل ہم بھی ہیں مگر اے ہندوؤ! جس جمہوریت کا تصور تم لیے ہوئے ہو۔ ہم اس جمہوریت کے مکمل طور پر مخالف ہیں۔ اس لیے کہ اگر ہم وہ جمہوریت تسلیم کر لیں جس کا نقشہ تمہارے ذہن میں ہے تو سارا ہندوستان ''گاندھی آشرم'' بن جائے گا اور یہ کہ مسٹر گاندھی ہندوستانیوں کی حکومت کے خواہاں نہیں۔ وہ تو ہندو راج قائم کرنے کے متمنی ہیں۔جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ مسلمان ایک دینی اور تمدنی وجود مشخص کے طور پر برصغیر میں باقی نہیں رہیں گے۔

برصغیر کی ملت اسلامیہ کی تین اہم شخصیتوں تین اہم رہنماؤں کی یہ قلب ماہیت معمولی بات نہیں۔اس قلب ماہیت کی پشت پر بڑی بڑی قوتوں کی موجودگی کو صاف دیکھا جا سکتا ہے۔ ان قوتوں میں سب سے بڑی قوت اسلام کی ہے۔قائد اعظم رحمۃ اللہ نے کہا تھا کہ پاکستان اسی دن بن گیا تھا جس دن پہلے مسلمان نے برصغیر میں اسلام قبول کیا تھا۔اس ایک فقرے میں مسلمانوں کی پوری تہذیب اور پوری تاریخ سمٹ آئی ہے۔اس لیے برصغیر کے مسلمانوں کی پوری تاریخ جداگانہ تشخص کی تاریخ ہے۔مسلمان اس تاریخ کے ہر دور میں اپنے جداگانہ وجود پر اصرار کرتے رہے اور اس کے لیے کوشاں رہے ہیں۔ چنانچہ دو قومی نظریہ قائد اعظم یا سرسید کی ایجاد نہیں بلکہ یہ آفاقی نظریہ ہے۔اس لیے یہ نظریہ اس وقت بھی موجود تھا جب برصغیر میں مسلمانوں کی حکومت تھی اور حضرت مجدد الف ثانی، جہانگیر کو دعوت دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ تم نے سجدہ تعظیمی کو اپنا لیا جو توحید کے اصول کے خلاف ہے اور تم نے گائے کے ذبیحہ پر پابندی لگا دی جو خلاف اسلام ہے۔تمھیں اسلام عزیز ہے تو سجدہ تعظیمی منسوخ کرو اور گائے کا ذبیحہ جاری کرو۔اس طرح ٹیپو سلطان شہید، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، سیدین شہیدین، علی برادران اور ان کے جانشین دو قومی نظریہ کی بنیاد پر الگ مسلم ریاست کے لیے کوشش کرتے رہے۔اس اعتبار سے دیکھا جائے تو قائد اعظم رحمۃ اللہ پاکستان کا مطالبہ کرتے ہوئے اسلام کی روح سے پوری طرح ہم آہنگ تھے اور مولانا ابوالکلام آزاد اس سلسلے میں اسلام کے تقاضوں سے بظاہر نابلد نظر آئے۔ یہاں اہم بات یہ بھی ہے کہ قائد اعظم رحمۃ اللہ نے جو کچھ کہا اسے برصغیر کی پوری ملت اسلامیہ کی رائے بنا دیا۔اس کے برعکس مولانا آزاد کی رائے بہت محدود حلقے کی رائے رہی۔سوال یہ ہے کہ پوری ملت کی رائے کو نظر انداز کر کے فردِ واحد سے منسوب یا چند لوگوں کی رائے کو نمایاں کرنا کہاں کا انصاف ہے۔تجزیہ کیا جائے تو قائد اعظم رحمۃ اللہ صرف اسلام کے تقاضوں سے ہی نہیں بلکہ تاریخ کے تناظر سے بھی پوری طرح ہم آہنگ تھے۔ برصغیر کی

تاریخ کا تناظر یہ تھا کہ مسلمان کبھی محکوم اور ہندو کبھی ان کے حاکم نہیں رہے تھے یعنی ہزار سال کی تاریخ میں مسلمانوں کو محکوم بن کر رہنے کا تجربہ نہیں تھا اور ہندوؤں کو حاکم بن کر دکھانے کا تجربہ نہیں تھا اور ان دو تجربوں میں بڑا فرق اور بڑا تضاد تھا اور مسلمانوں کی محکومی اور ہندوؤں کی حاکمیت سے بڑے سنگین مسائل پیدا ہونے والے تھے۔ جن کی جھلک 1937ء میں چند صوبوں میں کانگریس کو حکومت ملنے کی صورت میں نظر آ چکی تھی۔ برصغیر کی ملتِ اسلامیہ شعوری سطح پر اس حقیقت سے بھی آگاہ تھی کہ مستقبل کے ہندو حکمران اعلیٰ ذات کے ہندوں سے آئیں گے، جیسا کہ بقول مولانا آزاد کے ممبئ اور بہار کے دو صوبوں میں ممبئ کے پارسی مسٹر نریمان اور بہار کے مسلمان لیڈر ڈاکٹر سید محمود کا حق مار کر ہندو لیڈروں کو مرکز سے لا کر حکومت دی گئی۔ مولانا کہتے ہیں کہ میں نہایت افسوس کے ساتھ یہ اعتراف کرتا ہوں کہ بہار اور ممبئ دونوں صوبوں میں کانگریس قوم پرستی کے دعووں میں پوری طرح کامیاب نہ ہوسکی۔

اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کا تاریخی جرم یہ تھا کہ انھوں نے ہزاروں سال سے کروڑوں شودروں اور دلتوں کو حیوانوں سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کیا ہوا تھا حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جو ہندو دھرم کے دائرے میں تھے اور سوال یہ تھا کہ جو لوگ ہندو دھرم کے دائرے میں موجود لوگوں کے ساتھ انصاف نہیں کر پائے وہ مسلمانوں کے ساتھ کیا خاک انصاف کریں گے۔ جنہیں وہ ناپاک ملیچھ قرار دیتے اور سمجھتے تھے اور ہزار سالہ غلامی کا بدلہ لینے کی دھمکی بھی دے رہے تھے۔ وہ دوسرے مذاہب کو ہندتوا نمک کی کان میں تحلیل کرنے کا فخریہ دعویٰ بھی کرتے تھے۔ بدھ مت کی مثال سامنے ہے ہندو کہتے تھے کہ اگر ہندوستان میں رہنا ہے تو ہندو بن کر رہنا ہے وگرنہ مسلمان، عرب اور ایران واپس چلے جائیں۔

بدقسمتی سے آزادی کے بعد سامنے آنے والی 77سال کی تاریخ نے برصغیر کی ملت اسلامیہ اور ان کے رہنما قائداعظم رحمۃ اللہ کے ہندوؤں کے بارے اس اندیشے کو 100 فیصد درست ثابت کر دیا ہے کہ مسلمان ہندوستان سے وفاداری ثابت کرتے رہیں گے تب بھی نہیں مانا جائے گا۔ آزادی سے پہلے مسلمان کسی محکمے میں 15 کسی میں 10 اور کسی میں آٹھ فیصد تھے۔

مگر آج صورتحال یہ ہے کہ بھارت کے مسلمان آبادی کے حساب سے 15 سے 20 فیصد ہیں مگر بھارت کے کسی محکمے میں ان کی موجودگی دو تین فیصد سے زیادہ نہیں بلکہ اب تو بھارتی مسلمانوں کے خلاف قوانین پاس کر کے ان کا بھارت میں رہنا مشکل بنا دیا گیا ہے۔ ہندتوا کے عَلم بردار آر ایس ایس والے اپنا 13 نکاتی ایجنڈا نافذ کر رہے ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ بھارت کے حکمران طبقے نے بھارت کے مسلمانوں کو سماجی، معاشی، اقتصادی، سیاسی اور نفسیاتی اعتبار سے ہریجنوں اور دلتوں کی سطح سے بھی بلکہ بعض معاملات میں تو انسانیت سے بھی نیچے گرا دیا ہے۔ بھارت میں گزشتہ 77 سالوں میں ہزاروں چھوٹے بڑے مسلم کش فسادات ہو چکے ہیں جس میں دن بدن اضافہ ہو رہا ہے نامور مسلمان لیڈروں کو شہید کر دیا گیا یا بالکل خاموش کروا دیا گیا بلکہ خود مولانا ابو الکلام آزاد کا نام نصابی کتابوں سے نکالا جا رہا ہے بلکہ ہندوستان کی تاریخ کو اور تعلیمی نظام کو ہندوایا جا رہا ہے۔ بھارتی عدلیہ، مقننہ ادارے، میڈیا، تاریخ اور تعلیم ہندتوا کے رنگ میں رنگے جا چکے ہیں جو مسلمانوں اور دیگر اقلیتوں کے لیے خوفناک مستقبل کا الارم دے رہے ہیں۔ مسلمانوں کے خلاف باقاعدہ قانون سازی کر کے ''این پی آر، این آر سی، سی اے اے'' کی آڑ میں مسلمانوں کا جینا رہنا مشکل بنا دیا گیا ہے مودی حکومت چاہتی ہے کہ 400 سے زائد نشستیں مل جائیں تاکہ قانون سازی کر کے سیکولرازم کو ختم کر کے ہندتوا، رام راج کے لیے راستہ ہموار ہو۔

بھارتی معروف صحافی کلدیپ نئیر ٹریک ٹو کے اہم کردار دی نیوز کو انٹرویو دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ بھارت اور پاکستان کے درمیان امن کا عمل پورے جنوبی ایشیا پر پھیل سکتا ہے اور ایک واحد ریاست وجود میں آ سکتی ہے، جس کی نرم سرحدیں اور معاشی خوشحالی ہو۔ مذہب کی بنیاد پر مسئلے کا کوئی حل قبول نہیں ہو گا اور یہ کہ قائد اعظم نے پاکستان بنا کر غلطی کی اور مولانا ابوالکلام آزاد کا تصور درست تھا۔ (دی نیوز، 14 دسمبر 2005، صفحہ 18:)

کلدیپ نیئر ہو یا دیگر بھارتی و پاکستانی اس قبیل کے صحافی و دانش وران کی سوچ یہی ہے کہ سیکولرازم کے نام پر پھر اکٹھا ہوا جائے۔ معاشی خوشحالی آ جائے گی، معیشت بڑا مسئلہ ہے

اس خطے کا۔ دراصل یہ ہمدردی کے غلاف میں لپٹے ہوئے وہی ہندتوا کے منصوبے ہیں کہ کسی بھی طرح پاکستان سے اسلامی شناخت، دو قومی نظریہ اور قائد اعظم کو چھینا جائے۔ پھر آہستہ آہستہ نمک کی کان میں پاکستان کو تحلیل کر لیا جائے، مگر خود کلدیپ نئیر کے بھارت و بھارتی لیڈران کا کردار ان کو جھٹلا رہا ہے، کیونکہ وہ جارحیت سے اور کلدیپ نئیر خوش نما نعروں سے اپنے اہداف حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مسلمانوں نے ہندوستان پر بقول اندرا گاندھی ہزار سالہ حکومت کی۔ سانحہ مشرقی پاکستان کے وقت اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ ہزار سالہ غلامی کا بدلہ لے لیا ہے یعنی اس کے بقول اتنا ہی بدلہ بنتا تھا جو لے لیا گیا مگر ہندتوا کے علم برداروں کو ابھی 100 سال بھی حکومت کرتے نہیں ہوئے، انھوں نے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا ہے۔ آج پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی حالت دیکھ لیں اور ہزار سالہ مسلم دور میں ہندوؤں کی حالت بھی دیکھ لیں بخوبی پتہ چل جائے گا کہ انسانیت کی حفاظت کس نے کی ہے بطورِ ریاست انسانیت کو رسوا کون کر رہا ہے۔

آر ایس ایس کے موجودہ سرسنگھ چالک موہن بھاگوت نے ناگپور میں 6 ستمبر 2023ء کو ایک پروگرام میں کہا تھا، آج کی نوجوان نسل کے بوڑھی ہونے سے پہلے ہی اکھنڈ بھارت ایک حقیقت بن جائے گا۔

بھارتی وزیر دفاع راجناتھ سنگھ نے جارکھنڈ کے علاقے تخوری میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ وہ دن دور نہیں جب ''رام راج'' قائم ہو جائے گا۔ (14 مارچ 2024)

احمد پٹیل کی بیٹی کے بقول دہلی میں احمد پٹیل کانگریسی لیڈر کی فیملی کو دہلی میں کرائے پر مکان نہیں ملتا، مسلمان پر ظلم ہو تو ان کی رپورٹ پولیس نہیں لکھتی، ہم گاؤں میں پروگرام کرنے جائیں تو لوگ خوفزدہ ہو جاتے ہیں کہ آپ کے پروگرام میں آئے تو ہماری ملازمت چلی جائے گی، یہ سب مشکلات مسلم سیاست دانوں کو پیش آ رہی ہیں۔

اس تناظر میں سوال یہ ہے کہ قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کا تاریخی تصور زیادہ پختہ تھا یا مولانا ابوالکلام آزاد تاریخ کے تناظر سے زیادہ ہم آہنگ تھے؟ بھارت اپنی مسلمان آبادی

کے ساتھ انصاف کر کے دکھاتا تو پاکستان کے قیام کا مقدمہ از خود کمزور پڑ جاتا مگر بھارت اپنی مسلمان آبادی کے ساتھ انصاف کیا کرتا وہ تو ان کے حوالے سے رحم کے تقاضے بھی پورے نہیں کر سکا یہاں تک کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ظلم کی حد مقرر کرنے میں بھی ناکام ہے۔ دو قومی نظریہ ہر روز صبح شام بھارت میں اپنی حقانیت منوا رہا ہے، قائداعظم رحمہ اللہ کا نظریہ ہندتوا کے علم بردار ہر روز زندہ طاقتور بنا رہے ہیں جبکہ مولانا آزاد کا نظریہ ہر روز کمزور کر کے مار رہے ہیں۔ جو لوگ متحدہ ہندوستان کو مسلمانوں کے مفادات کے لیے بہترین خیال کرتے ہیں وہ بڑے بڑے حقائق سے صرفِ نظر کرتے ہیں۔ خود ہندو مہا بھارت کا نعرہ، عزم لے کر چل رہا ہے اور یہ مسلمان متحدہ ہندوستان میں امن کا خواب دیکھ رہے ہیں۔ جبکہ ہندو اپنے علاوہ کسی کو برداشت ہی نہیں کرتا خود بھی تقسیم در تقسیم ہے ہندو مذہب میں۔ متحدہ بھارت کا مطلب ہے ہی ''مہا بھارت''۔

1924-25ء میں ہندو مسلم فسادات کا سلسلہ شروع ہوا جو تقسیم برصغیر تک جاری رہا بلکہ بڑھتا گیا بلکہ بھارت میں تو مسلم کش فسادات روز کا معمول ہیں بلکہ مسلمانوں کا شدھی کر کے ان کو ہندو بنایا جائے یا مٹا دیا جائے کی سوچ پر عمل کیا جا رہا ہے۔ بلکہ ہندو دانش ور لالہ ہردیال (پی ایچ ڈی) نے 1925ء میں ''میرے وچار'' میں اور پروفیسر مدہوک نے 1947 کے آغاز میں اپنی کتاب ''ہندوستان دوراہے پر'' میں صاف لکھا ہے کہ ہندو مسلم مسئلے کا حل یہ ہے کہ یہاں کی ساری آبادی کو ہندیایا اور ہندوایا جائے۔ تمام ہندوؤں کو متحد کر کے افغانستان تک کے علاقوں اور پنجاب کو فتح کر کے شدھی کر کے ہندو جاتی میں شامل کیا جائے۔ سوامی شردھانند جیسے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو برصغیر سے اس طرح نابود کیا جائے جیسے ہسپانیہ سے کیا گیا وغیرہ وغیرہ۔ لالہ ہردیال کی طرح شردھانند مالوی جی اور لالہ لاجپت رائے سب علی الاعلان کہتے ہیں: اگر یہ چار مقاصد حاصل نہیں ہوئے تو برصغیر میں ہندو نسلوں کا مستقبل خطرے میں رہے گا۔ یہ لالہ ہردیال مندر کی تنگ تاریخ فضا میں پلنے اور پروان چڑھنے والے سنت نہ تھے انھوں نے یورپ اور امریکہ سے ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کر رکھی تھیں۔ مسلمانوں

کے بارے میں ان کے جو خیالات تھے وہ محض ان کے انفرادی وچار نہ تھے، بلکہ ہندو قوم کی اکثریت یہی سوچ رکھتی تھی اور آج بھی یہی کچھ سوچتی ہے کہ ہندو متحد ہو کر سارے برصغیر پر حکومت مسلط کر دیں۔

ڈاکٹر شیام پرشاد مکھر جی نے کہا: ہمارا نصب العین یہ ہونا چاہیے کہ پاکستان کو پھر سے ہندوستان کا حصہ بنایا جائے اس حقیقت کے بارے میں میرے دل میں ذرا سا بھی شبہ نہیں ہے کہ ایسا ہو کر رہے گا، خواہ معاشی دباؤ کی وجہ، سیاسی دباؤ سے یا اس کے لیے دیگر ذرائع استعمال کرنے پڑیں۔(اورگنائزر 3 جولائی 1947ء) نہرو اور گاندھی بھی ایسی ہی سوچ کا کئی بار اظہار کر چکے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ جو لوگ ہندوستانی سفاکیت و درندگی دیکھتے ہوئے بھی آج آزاد پاکستان میں بیٹھ کر کامل آزادی سے ملک کے قیام کے بارے میں شکوک پھیلا رہے ہیں وہ متحدہ ہندوستان میں اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرتے؟ کہنے کے لائق بات تو یہ ہے کہ متحدہ ہندوستان میں ہندوؤں کو جو غلبہ حاصل تھا وہ نہ صرف یہ کہ برقرار رہتا بلکہ مہابھارت کی صورت میں مستحکم اور دلکش بنا دیا جاتا۔ اس لیے کہ ہندوؤں کو ہر جگہ سے کئی سرحدی گاندھی، جی ایم سید، شیخ عبداللہ، شیخ مجیب الرحمن اور حسینہ واجد وغیرہ فراہم ہو جاتے۔ متحدہ ہندوستان کے مفہوم کو مزید جاننا ہو تو ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ بھارت نے خطے کے تمام ملکوں کے ساتھ کس طرح کے تعلقات کی تاریخ رقم کی ہے بلکہ ہندو شودروں اور اقلیتوں کے ساتھ کیا سلوک ہو رہا ہے۔ بھارت پاکستان پر قیامِ پاکستان سے ہی مختلف انداز میں حملہ آور ہے چار مرتبہ جارحیت کر کے جنگیں بھی لڑ چکا ہے۔ چین کے ساتھ جنگ کر کے بھی مار کھا چکا ہے، آئے دن حالات کشیدہ رہتے ہیں۔ نیپال ہندو ریاست ہے مگر نیپال کو بھارت نے اپنی طفیلی ریاست بنایا ہوا ہے۔ بھارت سری لنکا پر بھی حملہ کر چکا ہے اپنی پراکسی ایل ٹی ٹی ای کی مداخلت کے ذریعے۔ بھارت مالدیپ پر بھی فوج کشی کر چکا ہے۔ بھوٹان کے ساتھ بھی تعلقات کشیدہ ہو جاتے ہیں۔ بنگلہ دیش کے قیام میں سوویت یونین، امریکہ، برطانیہ، اسرائیل کی بھرپور سیاسی، سفارتی اور عسکری مدد کے ساتھ ساتھ بھارت کا کردار بنیادی تھا

بعد میں بنگلہ دیش میں بھی بھارتی مداخلت اتنی بڑھی کہ صرف تین سال میں ہی بنگالی بابائے قوم شیخ مجیب قابل نفرت بن گئے اور بنگلہ دیش کی فوج نے بانی بنگلہ دیش شیخ مجیب الرحمان کو فیملی سمیت قتل کر دیا تھا۔ اس قتل کا الزام بھی بھارت اور روس پر ہے کہ شیخ مجیب ان کے راز نہ افشاں کر دے۔ پھر بھارت نے بنگلہ دیشی فوج میں بغاوت کرواکر بھارت مخالف افسروں کو قتل کروایا اور 1971ء کی تاریخ دہراتے ہوئے بنگالی فوجیوں کے ذریعے ہی بنگالی آفیسروں کی خواتین کی بے حرمتی کروائی۔ اس سب کے باوجود بنگلہ دیش کو بھارت اپنا حصہ نہیں بنا سکا بلکہ بنگلہ دیش دو قومی نظریے کے مطابق اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہے اور ہندوستان خوفزدہ ہے کہ گریٹر بنگال کی تحریک نہ کھڑی ہو جائے کیونکہ اب بھی بھارت مخالف جذبات عروج پر ہیں بنگلہ دیش میں۔ اب تو بھارتی حمایت یافتہ شیخ حسینہ واجد اور اس کے باپ مجیب الرحمٰن کا نظریہ رسوا ہو چکا ہے اور پورے بنگلہ دیش میں ایک بار پھر نفرت کی علامت بن چکا ہے۔ (الحمد للہ) بھارت نے خود مسلمان ریاستوں جموں کشمیر، جوناگڑھ مناوادر، انڈومان کے جزائر پر اور حیدرآباد دکن وغیرہ پر قتل و غارت کر کے اور غیر مسلم ریاستوں پر دھوکہ فریب، دھونس اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے ذریعے بدعہدی کرتے ہوئے قبضے کیے۔ پٹیل جب مسلمان ریاستوں اور علاقوں پر حملے کرتا تو مولانا آزاد کے مرکزی وزیر تعلیم ہونے اور دو بار صدر کانگریس رہنے کے باوجود اُن کو اِن علاقوں میں جانے نہ دیتا۔ اسی تناظر میں دیکھا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد مسلمانوں کو متحدہ ہندوستان میں رکھ کر ان سے محبت کرنا چاہتے تھے یا انھیں صدیوں تک ان کے ناکردہ گناہوں کی سزا دلانا چاہتے تھے؟ اس سلسلے میں مزید سوال یہ ہے کہ پاکستان بنانے والے قائداعظم رحمہ اللہ کی بصیرت زیادہ تھی یا مولانا ابوالکلام آزاد کی۔ قیامِ پاکستان عظیم تاریخی اور سیاسی تجربہ تھا اور اتنے بڑے تجربے میں اندیشے بھی ہوا کرتے ہیں مگر پاکستان کے تجربے کی اہم بات یہ تھی کہ اس میں امکانات ہی امکانات تھے اندیشے نہ ہونے کے برابر۔ قیامِ پاکستان سے لے کر اب تک یہی بات ثابت ہو رہی ہے الحمد للہ۔ کیونکہ بقول قائداعظم رحمہ اللہ پاکستان مشیت الٰہی ہے قیامِ پاکستان کو اور اب تک بقائے پاکستان کو معجزاتی کہے بغیر چارہ نہیں اور یہ کہ اب پاکستان نے قیامت کی دیواروں تک قائم رہنا ہے اور عالمی سطح پر اپنا کردار ادا کرنا ہے۔ ان شاء اللہ۔ لیکن مولانا

ابوالکلام آزاد کی یہ بات درست ہے کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان اسلام ہی مشترک چیز تھا اور یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی لیکن تاریخ کے اس مرحلے پر دونوں علاقوں کے درمیان اسلام محض ایک ''جذبہ'' تھا۔جس نے قیامِ پاکستان کے ناممکن کو ممکن کر دکھایا تھا۔اس کامیابی سے اس جذبے کے امکانات ظاہر ہو رہے تھے لیکن جذبے کو آگے چل کر شعور بننا تھا تاہم قائداعظم رحمۃ اللہ قیام پاکستان کے ایک سال بعد ہی انتقال کر گئے اور جذبے کو شعور بنانے والی شخصیت موجود نہ رہی لیکن تحریک پاکستان اور قیام پاکستان کے وقت کون کہہ سکتا تھا کہ یہ ہو جائے گا اگر پتا ہوتا تو ہندو اور انگریز کہاں پاکستان بننے دیتے۔ وہ تو مسلمانوں میں شعور ،بیداری اور ایمان، اتحاد ، تنظیم پر پختگی دیکھ کر بقول انگریز ایک کٹا پھٹا خیمہ نما پاکستان دینے پر مجبور ہوئے بقول ماؤنٹ بیٹن دوبارہ اکٹھے ہونے کی امید پر تقسیمِ ہند پر راضی ہوئے اور اس امید پر کہ یہ زیادہ دیر قائم نہیں رہ سکے گا بقول نہرو اور شیام پرشاد اسے قائم نہیں رہنے دیا جائے گا۔مولانا ابوالکلام آزاد کی یہ بات بھی کچھ حد تک درست ہے کہ قائداعظم رحمۃ اللہ اور لیاقت علی خان رحمۃ اللہ کے سوا دونوں علاقوں کو جوڑنے والی کوئی اور شخصیت پاکستان میں موجود نہ تھی لیکن یہ مسئلہ تو بھارت کے ساتھ بھی تھا۔ گاندھی اور نہرو کے سوا بھارت کو سنبھالنے والا کون تھا؟فرق یہ ہے کہ قائداعظم رحمۃ اللہ اور لیاقت علی خان رحمۃ اللہ جلد ہی منظر سے چلے گئے اور ان کے مقابلے میں نہرو طویل عرصے تک بھارت کی قیادت کے لیے موجود رہے جنھیں انگریز کی مکمل سرپرستی، بنا بنایا ملک اور ادارے ملے تھے جبکہ پاکستان بالکل نئے سرے سے کھڑا ہوا تھا ہر طرح کی حق تلفی اور بربریت کے باوجود۔ سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں بیچارے پاکستان اور بانی پاکستان کا کیا قصور ہے اور اس حوالے سے ان پر نقطہ چینی کا کیا جواز ہو سکتا ہے؟ خود مولانا آزاد کا آزادی سے قبل کیا قد تھا اور آزادی کے بعد ہندوؤں کی نظر میں کیا رہ گیا تھا حالانکہ مولانا نے اکثر ہندوؤں کا ساتھ دیا، مسلمانوں کو دبایا، پھر بھی مولانا صاحب کے ساتھ ہندوؤں نے ہی زیادتی کی۔ پھر آج کا بھارت مولانا کے پسندیدہ لیڈر گاندھی کا بھارت نہیں ہے بلکہ اس کے قاتل نتھو رام گوڈسے کا بھارت ہے جس کی وصیت کے مطابق اس کی راکھ سنبھال کر رکھی ہوئی ہے کہ پاکستان کو دوبارہ بھارت کا حصہ بنا کر دریائے سندھ میں اس کی راکھ بہا کر اس علاقے کو پاک کیا جائے

گا۔ کیونکہ پاکستان بننے کی وجہ سے یہ علاقہ ناپاک ہوگیا ہے۔ یہ خیال بھی اس گوڈسے نے نہ کیا کہ پاکستان کے شہری ہندو بھی ہیں۔ اس سلسلے میں راقم کی کتاب ''ہندتوا کی یلغار'' پڑھیں آپ کو پتا چل جائے گا کہ پاکستان کیوں بنا، پاکستان بننا کتنا ضروری تھا، ہندتوا کے عزائم کیا ہیں اور ہندتوا دنیا کے امن اور انسانیت کے لیے کتنا خطرناک ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی یہ بات بھی درست نہیں کہ قیامِ پاکستان سے خطے میں بڑی طاقتوں کی مداخلت کی راہ ہموار ہوگی، انگریز وقت کی سپر پاور تھے اور وہ منقسم ہندوستان میں نہیں متحدہ ہندوستان میں یہاں آئے تھے اور وہ اس وقت ہندوستان میں آنے والی واحد بڑی طاقت نہیں تھے ہندوستان میں فرانسیسی بھی آگئے تھے، ولندیزی بھی یہاں موجود تھے اور امریکن بھی موجود تھے۔ مطلب یہ کہ بڑی طاقتوں کی آمد کا کسی خاص سیاسی واقعے سے کوئی خاص تعلق نہیں ہوتا۔ الحمد للہ، پاکستان کی موجودگی بھارت کے مہابھارت کے خواب میں رکاوٹ ہے اور یہ کہ پاکستان کی وجہ سے مہابھارت کی گائے اور گریٹر اسرائیل کے بچھڑے کا ملاپ نہیں ہو پا رہا اور یہ کہ وقت کی دو سپر پاورز اور ان کے حواریوں کو افغانستان میں یکے بعد دیگرے عبرت ناک شکست ضرور ہوئی۔ کیا پاکستان کے بغیر افغانستان میں سوویت یونین اور امریکہ کو حواریوں سمیت شکست کا تصور کیا جا سکتا ہے؟ جبکہ خود بھارت نے امریکہ، روس اور اسرائیل کو دوسری سہولیات کے ساتھ ساتھ اپنے اڈے بھی فراہم کیے ہیں۔ ان اڈوں پر بقول کانگریس کی رکن اسمبلی خواتین سے لے کر ہر سہولت ہندوستان مہیا کرتا ہے۔

مولانا ابوالکلام آزاد کی یہ بات کہ پاکستان پر وڈیرے سردار قابض ہو جائیں گے یہ بھی درست ثابت نہ ہوئی۔ بلکہ پاکستان کے حکمرانوں نے اپنی کمزوریوں کے باوجود قائد اعظم رحمہ اللہ سے لے کر لیاقت علی خان، ایوب خان، ذوالفقار علی بھٹو، جنرل ضیاء الحق، نواز شریف، بینظیر بھٹو، جنرل مشرف اور عمران خان ہر کسی نے عالمِ اسلام کے لیے دکھی پسی اور دبی انسانیت کے لیے جاندارانہ کردار ادا کیا اور کر رہے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق شہید نے اسلامی ممالک کی نمائندگی کی تھی اقوامِ متحدہ میں۔ جو کہ متحدہ بھارت میں ممکن نہ تھا کیونکہ ہندوؤں کی بالادستی ہونی تھی اور خود بھارت میں مودی کی حکومت چند بزنس مین گھرانوں کی مرہونِ منت ہے گزشتہ کئی سالوں سے۔

مولانا ابو الکلام آزاد کی یہ بات کہ پاکستان پر دوسرے مسلم ممالک کی طرح فوج کا کنٹرول ہو گا۔جس وقت مولانا نے یہ بات کہی بقول منیر احمد منیر اس وقت مسلم حکومتیں آزاد ہی کتنی تھیں۔اس وقت چار مسلمان ملک آزاد تھے،سعودی عرب، ایران، افغانستان اور ترکی، پہلے تین میں بادشاہت تھی جبکہ ترکی میں جمہوریت تھی کسی بھی اسلامی ملک میں فوج کی حکمرانی نہ تھی۔اس لیے مولانا آزاد کی معلومات اس حوالے سے نامکمل تھیں۔ ہاں ! اسلام دشمن طاقتیں پاکستانی افواج سے خوفزدہ ہیں کیونکہ پاکستانی افواج قیام پاکستان سے لے کر ہی دشمنان اسلام اور ان کے حواریوں سے حالت جنگ میں ہے اور الحمد للہ اُن کے ہر وار، فتنے اور سازش کو ناکام بنا کے پاکستان کو بچائے ہوئے ہے اور کئی ممالک کو سیکورٹی فراہم کیے ہوئے ہے۔ پاکستان عالمِ اسلام کی پہلی ایٹمی قوت اور دفاعی سامان میں کافی حد تک خود کفیل ہے کیونکہ پاک فوج اسلام کی فوج ہے اور انسانیت کی محافظ فوج ہے۔ان شاء اللہ ! وہ وقت جلد آئے گا جب دنیا کے فیصلے پاکستان کی مرضی اور مشورہ سے ہوں گے، کیونکہ پاکستان اسلامی فلاحی پاکستان ہے۔ بھارت کی طرح ہندتوا کے اندھیروں، خوابوں، طبقاتی تفریق، تضادات اور تنگ دلی میں گھِرا ہوا نہیں ہے۔

یہ تھیں مولانا ابوالکلام آزاد سے منسوب پیش گوئیوں پر گزارشات۔سوال یہ ہے کہ مولانا آزاد کا نام ہی کیوں اپنے مذموم مقاصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔جبکہ ہندو لیڈروں گاندھی، نہرو، پٹیل، لالہ ہردیال، سوامی شردھانند، لالہ لاجپت رائے، ڈاکٹر شیام پرشاد مکھرجی اور گوڈسے وغیرہ نے تو بہت پہلے اور زیادہ سنگین باتیں کی تھیں۔ ہندو لیڈروں کی دھمکیاں، رعونت بھرے نعرے، ہندتوا کے تخریب کاری کے پلان کو کیوں سامنے نہیں لایا جاتا یا ان کی باتوں کو دلیل کے طور پر نہیں پیش کیا جاتا؟ کہیں اس وجہ سے تو نہیں کہ ہندوؤں کی پیش گوئیوں، عزائم اور جارحیت پر لکھیں اور بولیں گے تو قائد اعظم رحمہ اللہ کی ذات، قائد اعظم رحمہ اللہ کے اسلامی فلاحی پاکستان اور دو قومی نظریہ پر چوٹ پڑنے کی بجائے، ان کے بارے شکوک وشبہات پیدا ہونے کی بجائے، قائد اعظم رحمہ اللہ کے وژن اور دو قومی نظریہ کی ہر لحاظ

سے حقانیت اور دائمی اہمیت کو ماننا پڑے گا اور وہ مزید روشن برہان بن کر سامنے آ جائیں گے۔ آج کے ہندوستان کے حالات کو دیکھ کر تو اہلِ پاکستان، اہل بنگلہ دیش کو بانیان پاکستان کا ممنون ومشکور ہو کر ان کے لیے تہ دل سے دعائیں کرنی چاہییں کہ انھوں نے ہمیں آزادی جیسی نعمت لے کر دی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس انمول آزادی کی قدر کرنے اور اسے سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یارب العالمین!

مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ

سیاستِ عالم کے ایک ماہر نکتہ دان، مفسر قرآن، جادو بیان، سحر انگیز، بے باک خطیب، نڈر لیڈر، عمدہ انشاء پرداز مولانا ابوالکلام آزاد محی الدین احمد (فیروز بخت) ولد محمد خیر الدین۔مولانا آزاد کے آباواجداد بابر کے زمانے میں ہرات سے ہندوستان آئے۔ 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد کا خاندان مکہ مکرمہ ہجرت کر کے چلا گیا۔مولانا کی پیدائش 11نومبر 1888ء کو مکہ مکرمہ میں ہی ہوئی۔ آپ کا سلسلہ نسب شیخ جمال الدین افغانی سے ملتا ہے۔ والدہ عالیہ بنت محمد کا تعلق مدینہ منورہ سے تھا۔مولانا آزاد رحمہ اللہ کے نانا مدینہ کے نامور عالم دین تھے۔ ان کے والد نے ہندوستان مصر شام اور ترکی سے 20لاکھ کا چندہ جمع کر کے نہر زبیدہ کی حالت بہتر بنوا کر مکہ مکرمہ میں حاجیوں کے لیے پانی کا مسئلہ حل کیا تھا، سلطان عبدالمجید ترکی کے حکمران تھے، انھوں نے مولانا کے والد کی خدمات کے اعتراف میں درجہ اول کا مجیدی تمغہ بھی دیا۔ 1890ء میں ان کے والد پورے کنبے کے ساتھ کلکتہ واپس آ گئے۔مولانا نے تحریک عدم تعاون، ہندوستان چھوڑو، تحریک ہجرت، تحریک خلافت، تحریک سیدین شہیدین وغیرہ میں اہم کردار ادا کیا۔مولانا آزاد نے 1912ء میں الہلال کے نام سے ہفتہ وار اخبار نکالا اور ''الہلال'' پر پابندی کے بعد 1914ء میں ''البلاغ'' جاری کیا۔مولانا متحدہ ہندوستان کے حامی و داعی تھے البتہ متحدہ ہندوستان میں رام راج کے حق میں نہیں تھے۔ انڈین نیشنل کانگرس ورکنگ کمیٹی کے عہدے دار رہے۔مولانا 1946ء میں قائم ہونے والی عبوری حکومت میں کانگریس کی طرف سے وزیر تعلیم تھے پھر ہندوستان کے پہلے وزیر تعلیم رہے۔ رکن مجلس دستور ساز بھارت رہے، 1932ء میں 35 سال کی عمر میں کانگریس کے صدر بنے پھر

1940ء میں گاندھی کے اصرار پر کانگریس کے ہر سال مسلسل صدر 1946ء تک اپنے مفاد کے لیے بنائے گئے۔مولانا کا تعلق بنگال کلکتہ سے تھا۔مولانا نے تحریکِ آزادی کی وجہ سے تقریباً 12سال انگریز کی جیلوں میں گزارے۔ایک بھرپور سیاسی،علمی،ادبی اور ملی زندگی گزارنے کے بعد 22فروری 1958ء کو وفات پاگئے۔ان کی قبرار دو بازار جامع مسجد دہلی کے احاطہ میں ہے۔1992ء میں ان کی خدمات کے صلہ میں بھارتی حکومت نے انھیں ''بھارت رتن'' دیا۔2008ء سے بھارتی حکومت نے ان کے یومِ پیدائش 11نومبر 1888ء کی نسبت سے یومِ تعلیم منانا شروع کیا۔

بدقسمتی سے وطن عزیز پاکستان میں ایک مخصوص طبقہ ہے جو قیام پاکستان کا مخالف تھا وہ اور کچھ لوگ اپنے اندر کا بغض چھپانے اور اپنے مخصوص اہداف کے حصول کے لیے مولانا آزاد کی آڑ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔چاہیے تو یہ تھا کہ وہ ہندو لیڈروں کی قیامِ پاکستان کو روکنے اور قیام پاکستان کے بعد سے لے کر اب تک کے عزائم کو، آر ایس ایس کے 13نکاتی ایجنڈے کو پاکستان کے خلاف بھارتی سازشوں کو بیان کرتے۔ اللہ تعالیٰ سے کیے وعدوں کی خلاف ورزی اور خود بابائے قوم قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے فرامین کی نافرمانی کی وجہ سے ہونے والے نقصان سے سیکھتے۔ پاکستان کے بارے میں تو گاندھی، نہرو، راجندر پرشاد،جی بی کرپلانی، امرت کور،ڈاکٹر شیام پرشاد مکھرجی، لالہ ہردیال،سوامی شردھانند، لالہ لاجپت رائے اور دوسرے ہندو لیڈروں اور برطانوی عہدے داروں نے بہت کچھ کہا اور لکھا تھا ان کی آڑ نہیں لی جاتی،ان کے پیچھے چھپنے کی کوشش نہیں کی جاتی۔ دراصل پاکستان اسلام کے نام پر دو قومی نظریہ کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا اس لیے اس کے خلاف کسی بڑی مسلم شخصیت کو پیش کر کے ایک تیر سے کئی شکار کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔اسی طرح مولانا سے محبت کرنے والے بھی خوب مبالغہ آمیزی سے کام لیتے ہیں حالانکہ مولانا آزاد کا علم و ادب اور سیاست میں بہت کام ہے۔ان کی عظمت بیان کرنے کے لیے وہی کافی ہے۔نجانے کیوں مولانا کے کرم فرما الٹی سیدھی غیر تصدیق شدہ مشکوک جھوٹی باتیں ان سے منسوب کر کے مولانا کو جگ ہنسائی کا باعث

بنواتے ہیں، مولانا کی عقیدت کے نام پر خود مولانا کی ذات پر گند ڈالنے کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ اس لیے ہم نے کوشش کی ہے کہ مولانا آزاد سے منسوب باتوں پر بھی کچھ عرض کریں اور مولانا صاحب کے کردار کو پیش کر کے تصویر کا دوسرا رُخ پیش کریں۔ ملاحظہ فرمائیں!

* مولانا غلام رسول مہر اپنی کتاب سرگزشت مجاہدین کے صفحہ 476 میں لکھتے ہیں: مولانا ابو الکلام آزاد نے ''الہلال'' کے ذریعے سے قرآنی دعوت کا سلسلہ ایسے دلپذیر انداز میں شروع کیا تھا کہ وہ سیاسی لیڈر ہونے کے علاوہ یگانا دینی رہنما بھی سمجھے جاتے تھے اور آزادی وطن کی تحریک میں انھیں سبقت کا وہ مقام حاصل تھا جو عوام کی نظروں میں کسی دوسرے لیڈر کو حاصل نہ تھا۔ مجاہدین کے روابط اگرچہ سب سے تھے، لیکن مولانا ابوالکلام مخصوص دینی حیثیت کے باعث ممتاز ترین درجے پر فائض تھے چنانچہ صوبہ سرحد سے امیر المجاہدین مولانا عبدالکریم ہر ضروری معاملے کے متعلق مولانا آزاد سے ہی مشورہ لیتے رہتے تھے اور جب کوئی اہم ضرورت پیش آتی تھی تو اپنے خاص قاصد بھیج کر اس کی تکمیل کا انتظام کرا لیتے تھے۔ مثلاً ایک موقع پر مجاہدین کو قابل ڈاکٹر کی ضرورت پیش آئی، مولانا آزاد کو یہ اطلاع ملی تو انھوں نے اپنے نیازمندوں میں سے ایک ایسے نوجوان کو بھیج دیا جو ڈاکٹری کی تعلیم کے تمام مراحل طے کر چکا تھا، اگرچہ اس نے آخری سند نہ لی تھی، چنانچہ وہ مدت تک مجاہدین کے پاس رہا پھر کابل چلا گیا وہاں سے ہندوستان واپس آیا۔

* مولانا ابو الکلام آزاد رحمہ اللہ کے اقوال ہیں: ① اسلام کسی حال میں بھی جائز نہیں رکھتا کہ مسلمان آزادی کھو کر زندگی بسر کریں انھیں مر جانا چاہیے یا آزاد رہنا چاہیے، تیسری راہ اسلام میں کوئی نہیں ہے۔ ② اگر تم اپنے لیے زندہ ہو تو اس کا مطلب یہی ہے کہ تم اپنی قوم کے لیے زندہ لاش ہو۔ ③ وہ ہاتھ نہایت مقدس ہیں جن میں صلح کا سفید جھنڈا لہرا رہا ہو مگر زندہ وہی رہ سکتا ہے جس میں خونچکا تلوار کا قبضہ ہو، یہی اقوام کی زندگی کا منبع قیامِ عدل اور میزان کا وسیلہ، انسانی سبعیت اور درندگی کا بچاؤ اور مظلوم کے ہاتھ

میں اس کی حفاظت کی ڈھال ہے۔

* مولانا آزاد نے ستمبر 1920ء میں فتویٰ دیا کہ برصغیر دارالحرب ہے اور مسلمانوں کو دارالسلام افغانستان کی طرف ہجرت کرنی چاہیے۔

* بنگال میں علامہ راغب احسن قائد اعظم رحمہ اللہ اور مولانا آزاد کے درمیان تقسیم ملک کے سلسلے کی گفتگو اور مذاکرات کرنے میں ہمیشہ ایک واسطہ بنتے، ان کا شمار قائد کے بااعتماد اور قریبی ساتھیوں میں ہوتا تھا۔ (ہمارے اسلاف صفحہ :319)

* نوائے وقت کے شمارہ بابت 16 دسمبر میں جناب محمود ظفر نے ایک نہایت اہم بات تحریر فرمائی کہ 3 جون 1947ء کے اعلان منصوبہ تقسیم برصغیر کے بعد مولانا ابوالکلام آزاد نے کلکتہ والے بزرگ مسلم لیگی سید بدرالدین (بدراللہ جی) کے توسط سے قائد اعظم رحمہ اللہ کے ساتھ ایک خصوصی ملاقات کی اور پوچھا کہ جو اور جس طرح کا پاکستان آپ نے قبول کر لیا ہے اس سے ہندوستان کے ساتھ مسلمان تین حصوں میں بٹ جائیں گے۔ قائد اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا: اس وقت میں نے ایک قلعہ مسلمانوں کو لے دیا ہے جہاں وہ قوتیں مجتمع کریں اور اپنی اہلیتوں سے کام لے کر اپنے شاندار ماضی کا احیا کر لیں ۔مجھے جو کام کرنا تھا وہ میں نے کر دیا جب مولانا نے قائد اعظم رحمہ اللہ کے یہ الفاظ سنے وہ اٹھ کر کھڑے ہوئے اور انھیں گلے سے لگایا، مولانا کا رویہ بدل گیا اور انھوں نے بعد ازاں مرکزی حکومت کے ہر ملازم کو یہی مشورہ دیا کہ بھارت میں رہنے کی بجائے پاکستان جائیں اور پاکستان کو مضبوط بنائیں۔

یہ بات واقعی بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ مولانا ابوالکلام آزاد نے 3 جون 1947ء کے بعد قائد اعظم رحمہ اللہ سے کوئی خصوصی ملاقات کی تھی ہاں یہ حقیقت اپنی جگہ اٹل ہے کہ پاکستان بن جانے کے بعد مولانا کی دلی تمنا تھی کہ پاکستان مضبوط ہو روز بروز ترقی کرے۔ میں نے نوائے وقت میں کوئی 20 برس قبل اپنے مرحوم استاد محترم ڈاکٹر برکت علی قریشی کا ذکر کرتے

ہوئے عرض کیا تھا کہ ڈاکٹر صاحب مرحوم کو پاکستان بن جانے کے کچھ عرصہ بعد پنڈت جواہر لال نہرو وزیر اعظم ہند نے بلوا بھیجا تھا اور ان سے فرمائش کی تھی کہ وہ ہندوستان کے سفیر ہو کر کسی اسلامی مملکت میں چلے جائیں، ڈاکٹر صاحب نے حامی بھر لی مگر جب اگلے روز مولانا ابوالکلام آزاد سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے روک دیا۔ انھوں نے فرمایا: پاکستان نہ بنتا تو یہ الگ بات ہے مگر اب بن گیا ہے تو اسے ایک مضبوط ملک کی طرح باقی رہنا چاہیے، لہٰذا اب آپ بھارت کی طرف نہ دیکھیں اور واپس پاکستان جائیں اور جس قدر خدمت کر سکتے ہیں کریں۔ چنانچہ ڈاکٹر برکت علی قریشی مرحوم نے پنڈت نہرو کی طرف سے بعد ازاں ملنے والی تحریری پیشکش برائے سفارت کو رد کر دیا۔مرحوم ڈاکٹر قریشی نے یہ واقعہ مجھے خود سنایا۔

(پاکستان حصار اسلام، پروفیسر منور ،صفحہ 210)

یہ مولانا کی قائداعظم رحمہ اللہ سے 3 جون 1947ء کے بعد کی ملاقات آغا شورش کاشمیری سے منسوب مولانا کے انٹرویو کے کئی ماہ بعد کی ہے، کیونکہ آغا شورش کاشمیری سے منسوب انٹرویو اپریل 1946 کا کہا جاتا ہے۔

* کراچی ایئر پورٹ پر پاکستانی صحافیوں نے مولانا آزاد سے سوال کیا۔آپ پاکستان کے بدترین مخالف رہے ہیں اب تو پاکستان بن گیا ہے، آپ کے کیا خیالات ہیں؟ مولانا آزاد نے جواب دیا کہ پاکستان ایک تجربہ ہے آپ اسے کامیاب بنائیں۔ (نوائے وقت 20دسمبر 2018ء ڈاکٹر زاہد حسن چغتائی)
* 1948ء میں مولانا آزاد کی ملاقات مولانا عبدالماجد دریابادی سے ہوئی، مولانا دریابادی بتاتے ہیں کہ آزاد کی گفتگو میں وہی زور و شور جامعیت، ہمہ گیری خوش خلقی اور انسانی ہمدردی تھی جو ان کا خاصہ تھا۔ پاکستان کے حق میں بجائے شکایت و شماتت اور طنز وتعریض کے،الٹا کلمہ خیر اور کچھ اس قسم کے الفاظ کہے کہ اب جب کہ پاکستان بن چکا ہے ہم سب کی فلاح و بہبود اسی میں ہے کہ وہ طاقتور بنے۔مولانا دریابادی لکھتے ہیں کہ سیاسی لیڈروں میں اس ظرف کی مثال نادر ہی ملے گی۔ (بی بی سی اردو، 25جولائی 2021ء)

* 22-7-1958ء کو مولانا آزاد کی وفات کے بعد ان کی تہلکہ خیز کتاب ''انڈیا ونز فریڈم'' شائع ہوئی، مولانا آزاد نے اس کتاب میں لکھا کہ 10 سال بعد میں پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو تسلیم کرتا ہوں کہ مسٹر جناح نے جو کچھ کہا اس میں زور تھا۔ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں اس سمجھوتے (کابینہ مشن منصوبہ) میں فریق تھیں اور ایسا مرکز صوبوں اور گروہوں میں تقسیم کی بنیاد پر ہی ہوا تھا کہ مسلم لیگ نے منصوبے کو منظور کیا تھا۔ کانگریس نے شک کا اظہار کر کے دانش مندی کا ثبوت دیا اور نہ ہی وہ حق بجانب تھی۔ اگر وہ ہندوستان کے اتحاد کی حامی تھی تو اسے غیر مبہم انداز میں منصوبے کو منظور کر لینا چاہیے تھا، پس و پیش نے ہی مسٹر جناح کو ہندوستان کی تقسیم کا موقع فراہم کیا۔ اس کتاب کے آخر میں مولانا نے صفحہ 310 پر لکھا کہ بہر کیف جو ہونا تھا ہو چکا پاکستان کی نئی ریاست ایک حقیقت ہے۔ یہ ہندوستان اور پاکستان دونوں کے مفاد میں ہوگا کہ اپنے دوستانہ تعلقات کو آگے بڑھائیں اور ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر کام کریں۔ کوئی دوسرا طریق کار صرف اور زیادہ پریشانیوں مصائب اور آلام کی راہ پر لے جائے گا۔

مولانا کے اس بیان سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اگرچہ پاکستان کے قیام کے مخالف تھے مگر مسلمانوں کی بہتری اور بہبود ہمیشہ ان کا نصب العین رہی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب انھیں قائداعظم کی اصابت رائے کا احساس ہوا تو انھوں نے اسے تسلیم کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کیا۔ (25 جولائی، عقیل عباس جعفری، بی بی سی اردو۔ روزنامہ پاکستان، ریاض احمد چودھری، 27 اپریل 2023ء)

* آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر قائداعظم اور انڈین نیشنل کانگریس کے صدر مولانا ابوالکلام آزاد نے کابینہ مشن کے ساتھ مذاکرات کے نتیجے میں برٹش انڈیا کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ دو حصے مسلم اکثریت کے تھے اور ایک حصہ ہندو اکثریت کا تھا۔ ان میں سے ہر حصے کو یہ اختیار حاصل تھا کہ اگر مرکز ناانصافی کا راستہ اختیار کرے تو وہ مرکز سے الگ ہو کر آزاد اور خود مختار ریاست بن سکتا ہے۔ ہر دو مسلمان زعماء نے جب اس

منصوبے کو منظور کرلیا تو کانگریس نے غضب ناک ہوکر مولانا آزاد کو 26 اپریل 1946 کو کانگریس کی صدارت سے الگ کردیا اور ان کی جگہ پنڈت جواہر لعل نہرو کو لا بٹھایا۔ پنڈت جواہر لعل نہرو نے 10 جولائی 1946ء کو اپنی پہلی ہی پریس کانفرنس میں منصوبے کی اصل روح سے انحراف کا عہد کیا۔ اس پر قائداعظم نے فی الفور کابینہ مشن کا منصوبہ ترک کردیا کیونکہ اس وقت بھی قیام پاکستان ہی قائداعظم کی منزل تھا۔ کابینہ مشن تو عارضی پڑاؤ تھا۔ قائداعظم کی حکمت عملی نے کابینہ مشن کی ناکامی کی ساری ذمہ داری کانگریس پر ڈال دی اور وہ اس عارضی پڑاؤ کو خیر باد کہہ کر پاکستان کی شاہراہ پر گامزن ہوگئے۔ (فتنہ انکار پاکستان، صفحہ: 160)

27 جولائی 1946ء کو مسلم لیگ نے ایک اجلاس منعقد کر کے مسلمانوں کے لیے ایک آزاد وطن پاکستان کا مطالبہ زور شور سے پیش کر دیا۔ خود مولانا آزاد نہرو کے ذریعے کانگریس کی مسلم دشمنی کے افشا پر سخت ترین پریشان تھے۔ انھوں نے اپنی خود نوشت ''آزادی ہند'' میں لکھا کہ ''میں نے حتی الوسیع اپنی فہم و فراست کے مطابق قدم اٹھایا تھا مگر نہرو کی وجہ سے معاملات نے جو شکل اختیار کی اس کی بنیاد پر میں سمجھنے لگا ہوں کہ یہ میری سیاسی زندگی کی شاید سب سے بڑی بھول تھی، میں اپنے کسی فعل پر کبھی اتنا پشیمان نہیں ہوا جتنا کہ اس نازک مرحلے پر کانگریس کی صدارت سے اپنا نام واپس لینے کے فیصلے پر ہوا۔ یہ میری ایک ایسی غلطی تھی جسے ہمالیائی جہات کی غلطی کا نام دیے جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا'' (مولانا آزاد کی ہمالیائی بھول، عثمان دموہی، اتوار 13 اگست 2017ء، ایکسپریس نیوز)

* مولانا آزاد نے اپنی کتاب ''انڈیا ونز فریڈم'' کے ان 30 صفحات میں جو بعد میں شامل کیے گئے ہیں میں لکھا کہ نہرو پٹیل ہندوستانی تقسیم کے ذمہ دار تھے کہ اگر 1937ء کے انتخابات کے بعد کانگریس یو پی کی حکومت میں مسلمانوں کو دو وزارتیں دے دیتی تو شاید مسلم لیگ ایک علیحدہ ملک کا مطالبہ نہ کرتی۔ کانگریس تو مسلم لیگ کو ہی ایک طرح کانگریس میں ضم کرنا چاہتی تھی تاکہ مسلم لیگ کا وجود ہی ختم ہو

جائے۔ غیرت مند مسلم لیگ نے اپنے وجود کو برقرار رکھتے ہوئے کانگریس کی پیش کش کو ٹھکرا دیا۔

* ''مولانا ابوالکلام آزاد اور پاکستان...... ہر پیش گوئی حروف بہ حروف غلط'' میں مصنف نے لکھا کہ ایک طرف مولانا آزاد دو قومی نظریے کو پامال بحث قرار دیتے ہیں دوسری طرف جب اسی دو قومی نظریے کی بنیاد پر پاکستان وجود میں آتا ہے تو بقول شورش کاشمیری، مولانا آزاد، خان عبدالغفار خان اور صدر مجلس احرار مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کو اور ان کی وساطت سے احرار کو مسلم لیگ میں شامل ہونے کا مشورہ دیتے ہیں۔ گاندھی جی کو پتا چلا تو انھوں نے مولانا آزاد کو بھی مسلم لیگ میں شامل ہونے کا مشورہ دے دیا۔

* 1951ء میں تہران سے واپسی پر ایک دن کے لیے مولانا آزاد کراچی رکے اور انڈین ہائی کمشنر سے اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ میں نے قائد اعظم کی قبر پر فاتحہ کے لیے جانا ہے۔ چ نانچہ انڈین ہائی کمشنر نے کوشش کر کے ترتیب بنائی، مولانا آزاد نے 19جولائی 1951ء کو مزارِ قائد پر حاضری دی اور فاتحہ پڑھی ۔ بی بی سی اردو نے سرخی لگائی کہ مولانا ابوالکلام آزاد، جب کانگریس کے شو بوائے نے بانئ پاکستان کے مزار پر حاضری دی۔

اور رئیس امروہی نے اس پر قطعہ لکھا ؎

جو حادثہ بھی نہ ہو جائے آج کل کم ہے
ہمارا عہد ہے اک عہد انقلاب ایجاد
بھلا یہ کس کو توقع تھی قبل ازیں اے دوست
مزارِ قائد اعظم – ابو الکلام آزاد

* مولانا آزاد کے پرسنل سیکرٹری ہمائیوں کبیر مولانا کی کتاب ''آزادئ ہند'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں کہ مولانا آزاد یہ بھی چاہتے تھے کہ ہندوستان اور پاکستان کی عوام ایک

دوسرے کو ہمسایوں اور دوستوں کی طرح دیکھیں۔ انڈین کونسل فور کلچرل ریلیشنز کو وہ اس مقصد کے حصول کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے اور کونسل کے خطبہ صدارت میں جو ان کی آخری تیار کی ہوئی اور چھپی ہوئی تقریر تھی انھوں نے ان دونوں ریاستوں کے افراد میں جو صرف 10 برس پہلے تک ایک غیر منقسم ملک کے باشندے تھے، مفاہمت اور ہمدردی کے رشتوں کو مستحکم کرنے کے لیے ایک پرزور اپیل کی تھی۔ (صفحہ:8)

آپ نے تصویر کے دوسرے رُخ میں پڑھا کہ مولانا آزاد پاکستان کی فلاح چاہتے تھے، ترقی چاہتے تھے۔ اس پاکستان کے تجربے کو کامیاب ہوتا دیکھنا چاہتے تھے۔ اس قلعہ کا سن کر خوش ہوئے تھے۔ ملازموں کو پاکستان کو مضبوط کرنے کے لیے پاکستان کی خدمت کرنے کا کہتے تھے۔ مولانا آزاد سے منسوب منفی باتوں کو پیش کرنے والوں کو ان کی مثبت باتیں بھی پیش کرنی چاہیے۔

مولانا آزاد کی تقریر اور انٹرویو کی حقیقت

مولانا آزاد کی جس تقریر اور انٹرویو پر یہ تمام ہنگامہ کھڑا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اس کی حقیقت ملاحظہ فرمائیں۔

1۔ ماہنامہ سیپ کے 83 ویں شمارے میں صفحہ 274 پر ابوسلمان شاہ جہانپوری کا ایک انٹرویو موجود ہے جس میں ان سے سوال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر جاوید ان سے پوچھتے ہیں کہ ایک مشہور ٹی وی چینل پر مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک تقریر نشر کی گئی ہے۔ آپ چونکہ مولانا آزاد پر اتھارٹی ہیں اس لیے آپ بہتر بتا سکتے ہیں کہ یہ تقریر کہاں سے حاصل کی گئی ہے؟ فرمایا: جناب والا مولانا ابوالکلام کی یہ تقریر محض فراڈ ہے، میرے ایک شاگرد قاری یوسف نے مختلف تقریروں کے ٹکڑے جوڑ کر خود اپنی آواز میں ریکارڈنگ کروائی۔ کہیں کولکتہ، کہیں دہلی اور کہیں کانگریس کی میٹنگ کے خطاب سے جستہ جستہ چمن میں بکھری داستان کے ورق اٹھا کر تقریر بنا ڈالی ہے۔ مجھ سے کہا تھا کہ آپ ایک مبسوط تقریر مولانا کی بنالیں مگر میں نے صریح انکار کر دیا کہ یہ قوم سے بھی مذاق ہے اور مولانا کی بھی علمی

تضحیک ہے۔ میں اس علمی فراڈ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اسے بھی روکا مگر وہ نہ مانے اب تو ایک چینل نے بھی نشر کر دی۔ (عماد بزدار مولانا آزاد کی پیش گوئیاں حقیقت کے آئینے میں، اتوار 24 ستمبر 2023ء، جرات)

2۔ یوٹیوب پر مولانا آزاد کی جامع مسجد دہلی والی تقریر جعلی ہے۔ آغا شورش کاشمیری صاحب کے جس انٹرویو پر جھوٹ کی عمارت تعمیر کرنے کی مخصوص طبقہ کے لوگوں نے کوشش کی کہ شورش کشمیری نے اپنے اخبار چٹان کے لیے اپریل 1946ء میں مولانا آزاد کا انٹرویو کیا جس میں انھوں نے پیش گوئیاں کی تھیں پاکستان کے بارے میں۔ جس کو بنیاد بنا کر پاکستان کے میڈیا کے لوگ ، کچھ وفاقی وزراء، سیاست دانوں اور محترم و مکرم ڈاکٹر عبدالقدیر خان صاحب نے بھی لکھا تھا۔ تو گزارش ہے کہ چٹان اخبار تو یکم جنوری 1949ء کو جاری ہوا تھا اس لیے اس اخبار کے لیے انٹرویو کیسے ہو سکتا ہے پھر بھی اس مولانا آزاد سے منسوب انٹرویو کے بارے شروع میں کچھ گزارشات کی ہیں۔ (کالم نگار یاسر لطیف ہمدانی ، آصف محمود ، منیر احمد منیر و دیگر نے بھی اس انٹرویو کی حقیقت کھولی ہے)۔

مولانا آزاد کے ساتھ بھارتی ہندوؤں کا رویہ

1۔ 2 اگست کو مولانا آزاد نے گاندھی کو ایک خط لکھا جس میں بتایا کہ پاکستان اسکیم کو میرا ذہن تسلیم نہیں کرتا البتہ مسلمانوں کے خدشات درست ہیں پھر انھوں نے اپنی تجاویز دیں کہ یہ سب کچھ ہو تو پاکستان کے متبادل کے طور پر مسلمانوں کے حق میں بہتر رہے گا جواب میں گاندھی نے مولانا آزاد کو ٹال دیا کہ آپ فرقہ وارانہ مسئلے پر بات نہیں کرو گے۔ کانگریس ورکنگ کمیٹی اس پر بات کرے گی۔ اس پر ایچ ایم سیروائی لکھتے ہیں کہ کانگریس ورکنگ کمیٹی نے کبھی ان تجاویز پر بات نہیں کی۔ (مولانا آزاد کی پیش گوئیاں حقیقت کے آئینے میں ،عماد بزدار، اتوار 24 ستمبر 2023ء)

2۔ 10 اکتوبر 1992ء کو ٹائمز آف انڈیا میں سکینہ یوسف خان نے انکشاف کیا کہ مولانا آزاد کی کتاب جشن آزادی یا تقسیم ہند کو شائع نہیں ہونے دیا گیا کیونکہ اس کتاب میں مولانا

نے نہرو پٹیل کے علاوہ گاندھی پر بھی تنقید ہے۔

3۔ مولانا آزاد کا تعلق بنگال سے تھا۔کلکتہ سے اپنے اخبارات اور سیاست کا آغاز کیا،سبھاش چندر بوس کا تعلق بھی بنگال سے تھا۔ 6 مئی 1938ء کو کلکتہ میونسپل کارپوریشن کے اجلاس میں علامہ اقبال رحمہ اللہ کی وفات پر تعزیتی قرارداد منظور کرنے کے بعد اجلاس ایک دن کے لیے ملتوی کرنے کی تجویز پیش ہوئی۔سبھاش چندر بوس نے اس کی مخالفت کی جس پر بنگالی مسلمانوں کی بڑی تعداد نے اجلاس سے واک آؤٹ کیا۔سبھاش چندر بوس کی وجہ سے مسلمانوں کی کانگریس سے نفرت اتنی بڑھی کہ انھوں نے کلکتہ میں مولانا آزاد کی امامت میں عید کی نماز ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ چودھری خلیق الزماں نے جائے نماز کھینچ لی تھی کہ آپ کے پیچھے نماز نہیں پڑھیں گے۔

4۔ نہرو کے سیکرٹری ایم او متھائی اپنی کتاب ’’Reminiscences of Nehru Age‘‘میں لکھتے ہیں کہ مولانا آزاد بیرون ملک میں سفر میں بھی شیمپئن پینا پسند کرتے تھے۔مولانا آزاد رات کے وقت عشائیوں میں شرکت نہیں کرتے تھے مگر گھر پہنچ کر وسکی سوڈا اور سموسے کی پلیٹ منگواتے تھے۔شراب پیتے وقت صرف چند لوگوں کو ہی ان سے ملنے کی اجازت تھی جن میں نہرو، گاندھی، ارونا آصف علی، اور مولانا آزاد کے پرسنل سیکرٹری ہمایوں کبیر جو بعد میں مرکزی وزیر رہے۔(بی بی سی اردو ریحان فضل، 20مارچ 2023ء)

5۔ کانگرس پارٹی کے 85 ویں سالانہ اجلاس میں مولانا آزاد کی تصویر نہیں لگائی گئی تھی یعنی کانگریس کے شوبوائے سے نوبوائے تک کا سفر۔ ووٹ کی سیاست کے لیے کانگریس نے پارٹی کو چھوڑ کے جانے والے ہندو لیڈروں کی تصاویر تو لگائیں مگر مولانا آزاد کی نہیں لگائی۔ (بی بی سی اردو 27 فروری 2023ء)

6۔ 1988ء میں قائم ہونے والے مولانا آزاد ایجوکیشن فاؤنڈیشن کو مودی حکومت نے بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے یکم مارچ 2024ء کی خبروں کے مطابق، حالانکہ اس ادارے

نے اقلیتی برادریوں کے لیے تعلیمی مواقع آگے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔

7۔ بھارتی مرکزی وزیر تعلیم برائے اقلیتی امور سمرتی ایرانی نے 8 دسمبر کو لوک سبھا میں کہا کہ حکومت نے 2022 -2023ء سے اقلیتی برادریوں کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم کے لیے ملنے والے مولانا آزاد نیشنل فیلو شپ کو بند کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ (بی بی سی اردو)

8۔ بھارتی مرکزی وزارت تعلیم کے محکمہ نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ (این سی ای آر ٹی) سیاسیات کی گیارھویں جماعت میں پڑھائے جانے والے نصاب پر نظر ثانی کرتے ہوئے اس میں مولانا ابوالکلام آزاد کے بارے تمام اسباق خارج کر دیے ہیں۔ بھارت کی قوم پرست حکومت نے نصابی کتابوں سے بھارت کے پہلے وزیر تعلیم، کانگریس کے دوبار کے صدر اور تحریک آزادی کے رہنما متحدہ ہندوستان کے داعی واحد بڑے لیڈر مولانا ابو الکلام آزاد کا نام بھی حذف کر دیا ہے۔ نئی نصابی کتابوں میں مغلیہ تاریخ پر اسباق پہلے ہی ختم کیے جا چکے ہیں (ٹیپو سلطان شہید کا بھی) اور اسی نصابی کتاب سے بھارت کے ساتھ جموں کشمیر کے مشروط الحاق سے متعلق حوالے بھی حذف کر دیے گئے ہیں۔ (ریاض احمد چودھری روزنامہ پاکستان 27 اپریل 2023ء)

یہ سب پڑھ کر پتا چلتا ہے کہ گاندھی، نہرو، پٹیل اور دوسرے کانگریس لیڈروں کے تقسیمِ ہند کے حق میں ہونے کی وجہ سے پھر 3 جون 1947ء کے بعد مولانا آزاد کی قائداعظم رحمہ اللہ سے ملاقات کے بعد پھر خصوصاً پاکستان بننے کے بعد مولانا کے موقف میں نرمی آ گئی تھی۔ 24 اکتوبر 1947ء کو عید الاضحیٰ کے موقع پر ان سے منسوب جامع مسجد کی تقریر کو ایک درد دل رکھنے والے مسلمان رہنما کی تقریر کہا جا سکتا ہے جس کی سوچ خواہشات کے برعکس سب کچھ ہو رہا تھا۔ جن کی اپنی جماعت کانگریس اپنے ہندو ساتھی ان کو ان کی قوم کے سامنے شرمندہ کر رہے ہوں، جس کے گھر میں سے شہر میں سے ارد گرد مسلمانوں کے قتل و غارت کی خبریں مل رہی تھیں جو بھارتی ہندوؤں کی درندگی اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ بھارتی وزیر داخلہ پٹیل سرکاری مشینری کے ساتھ اس بربریت کی پشت پناہی کر رہا تھا مولانا آزاد

بھارت میں پٹیل، گاندھی دیگر شدت پسند ہندوؤں کے آگے بے بس ہو گئے تھے وہ مسلمانوں کے لیے جو کرنا چاہتے تھے کر نہیں پا رہے تھے۔ حتیٰ کہ اپنی کتب بھی چھپوا نہ سکے۔ انھوں نے کانگریس سے جتنی وفا کی کانگریسی لیڈروں نے اس سے کہیں زیادہ تعصب کا مظاہرہ کیا۔ وہ دہلی اور ہندوستان میں بھارتی فوج اور ہندوؤں سکھوں کے ہاتھوں مسلمانوں کو نہ بچا سکے، دہلی کے تاریخی مقامات پرانا قلعہ، عید گاہ، نظام الدین پر مہاجرین کے کیمپس بنائے گئے تھے۔ تقریباً 20 تا 25 ہزار مسلمانوں کو شہید کیا گیا تھا، دہلی میں مسلمانوں کی آبادی 32.22 فیصد تھی جو 1951ء میں کم ہو کر صرف 9.8 فیصد رہ گئی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ مولانا آزاد ہندو لیڈروں کے قریب رہ کر بھی ان کے عزائم سے بے خبر رہے۔ وہ کانگریسی ذہنیت کو سمجھ ہی نہیں سکے۔ مولانا آزاد دو قومی نظریہ پر تخلیق پاکستان اور ہندتوا کے عفریت کو سمجھنے کے معاملہ میں بھی غلط ثابت ہوئے۔ بہر کیف آج کے بھارت کو دیکھتے ہوئے بلا جھجک کہا جا سکتا ہے قائد اعظم رحمہ اللہ ہی حق پر تھے۔

آج کے ہندوستان میں مسلمانانِ ہند کے حالات اس طرح ہیں۔ 21 اپریل 2024ء کو بھارتی وزیر اعظم نریندر مودی راجستھان میں الیکشن کمپین میں مسلمانوں کو عرب نسل گھس بیٹھیے کہہ رہے ہیں اور ہندو عورتوں کو ڈرا رہے ہیں کہ یہ مسلمان آپ کا ''منگل سوتر'' (شادی شدہ خواتین کے گلے میں ڈالی جانے والی علامتوں کو چھین لیں گے)۔ آج کے بھارت میں مسلمانوں کو سیاسی، مذہبی، سماجی اور اقتصادی نقصان پہنچانے کے لیے حکومتی تعاون سے زعفرانی (ہندتوا) کے جتھے جرائم خود کرتے ہیں، نام مسلمانوں کا لے کر گودی میڈیا میں ماحول بنا کر مسلمانوں کو پھنسا دیتے ہیں، کیونکہ پولیس عدلیہ مقننہ ان کا بھرپور ساتھ دیتی ہے۔ کیرالہ میں آر ایس ایس کے لیڈر کے گھر سے 770 کلو بارود اور بم بنانے کا سامان برآمد کر کے سیز کیا گیا۔ ہندو لیڈر کو گرفتار بھی کیا مگر میڈیا میں نہیں آنے دیا گیا۔ کیرالہ میں پہلے بھی ہندو لیڈر بم بنانے کی وجہ سے گرفتار ہوئے مگر میڈیا میں نہیں آنے دیا گیا بقول مکتوب میڈیا۔

ہندوستان کے وزیر داخلہ امت شاہ تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر سب سے بڑا کام

ہم نے کیا ہے تو ''نظام'' سے مکتی دلائی ہے۔ نظام جانتے ہو کیا ہے؟ جانتے ہو؟ نہیں جانتے ہو؟ میں بتلاتا ہوں نظام NIZAM میں این (N) سے مطلب ہے نسیم الدین صدیقی سے مکتی بھارتیہ جنتہ پارٹی نے دلائی، آئی (I) سے مطلب ہے عمران مسعود (IMRAN MASOOD) سے مکتی بھارتیہ جنتا پارٹی نے دلائی، اعظم خان (ZAM KHAN) سے مکتی بھارتیہ جنتہ پارٹی نے دلائی ہے، عتیق احمد (ATEEQ) سے مکتی بھارتیہ جنتہ پارٹی نے دلائی اور مختار انصاری (MUKHTAR) سے مکتی بھارتیہ جنتہ پارٹی نے دلائی۔ مترو! اگر سپا، اور بسپا سماج وادی پارٹی، بہوجن سماج وادی پارٹی کا گٹھ بندن آیا تو یو پی میں پھر نظام کا ساشن آجائے گا۔

ان شدت پسند ہندوؤں کو نظام حیدرآباد ابھی تک نہیں بھولا اس لیے علانیہ کہہ رہے ہیں کہ ہم نے نظام کو ختم کیا یو پی میں جیسے حیدرآباد میں ختم کیا تھا۔ حالانکہ یو پی میں جن مسلمان سیاستدانوں کو نظام کہہ رہا ہے یہ مختلف سیاسی پارٹیوں کے لیڈر رہیں۔

مسلمان سیاستدانوں کو جیلوں میں اور زیر حراست شہید کیا جارہا ہے۔ 2021ء میں بہار کے شہاب الدین کو تہاڑ جیل میں 2023ء میں عتیق احمد اور ان کے بھائی اشرف کو پولیس کی کسٹڈی میں میڈیا کے سامنے الہ آباد میں شہید کر دیا گیا۔

2024ء کو مختار انصاری کو یو پی کی جیل میں زہر دے کر شہید کر دیا گیا۔ ان تینوں مسلمان لیڈروں کے معاملات میں کافی مماثلت پائی جاتی ہے، تینوں لیڈروں نے بھارتی سپریم کورٹ سے اپیل کی تھی کہ ان کی جانوں کو خطرہ ہے اس لیے ان کو اور جیلوں میں رکھا جائے، نہیں تو ان کی سیکورٹی کو یقینی بنایا جائے کیونکہ ہمیں سرکاری افسر ہی بتلا رہے ہیں کہ ہمیں مارا جائے گا۔ ان کی شہادتوں کے بعد ان کے نامزد مجرموں کے خلاف کوئی کاروائی نہیں ہوئی۔ یو پی کا وزیر اعلیٰ یوگی ادتیہ اسمبلی کے فلور پر ان کو مٹانے کی بات کرتا رہا۔ یہ تینوں کئی کئی بار اپنی صوبائی اسمبلی اور نیشنل اسمبلی کے رکن رہے ہیں۔ ان کے جنازوں میں ان کے بیٹوں کو شریک نہیں ہونے دیا گیا۔ جنازوں کے موقع پر دفعہ 144 لگائی گئی اور ویڈیو بنائی

گئی کہ جنازے میں کون کون شریک ہوتا ہے، ان کی بیویوں کو اشتہاری قرار دیا گیا۔ مختار انصاری کے خاندان کی تو ہندوستان کے لیے خدمات ہی بہت ہیں۔ ان کے دادا ڈاکٹر مختار انصاری ہندوستان کی تحریک آزادی کے قدآور لیڈر تھے۔ ان کے چچا حامد انصاری ہندوستان کے نائب صدر رہے، ان کے نانا بریگیڈیئر عثمان 1948ء میں نوشہرہ میں پاکستان کے خلاف لڑتے ہوئے مارے گئے، انھیں بعد میں دوسرا سب سے بڑا فوجی اعزاز ''مہاویر چکر'' بعد از مرگ دیا گیا تھا۔ ان کا بیٹا انٹرنیشنل شوٹر گیموں میں ہندوستان کی نمائندگی کرتا رہا اور یہ خود پانچ بار رکن اسمبلی رہے۔ ان کے بھائی نیشنل اسمبلی کے رکن ان کا بیٹا اور بھتیجا صوبائی اسمبلی کے رکن ہیں مگر پھر بھی جو زیادتی اس خاندان سے کی گئی صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے کی گئی۔ وگرنہ ہندو لیڈروں کو تو بی جے پی سرکار نے عہدے دیے ہیں، انھوں نے ان کے کیس معاف کیے ہیں، ان کی مکمل سرپرستی کر رہی ہے آج کے ہندوستان میں ہندتوا کا عفریت اپنی تمام شرانگیزیوں کے ساتھ رام راج، اکھنڈ بھارت کے لیے انسانیت اور اخلاقیات کو بری طرح روند رہا ہے۔

کیا قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ سیکولر تھے؟

اپنے عشرت کدوں کے اندر ہی نہیں باہر بھی ہر جگہ موج ومستی سے بھر پور ایک بے مہار زندگی کے خواہش مند خواتین وحضرات اسلام کے تعزیری قوانین سے خوف زدہ ہیں، اس لیے دین سے بغض اور عناد رکھتے ہیں اور بانی پاکستان پر اپنی سوچ کا ملمع چڑھانا چاہتے ہیں، مگر تاریخ ان کا ساتھ نہیں دیتی، بلکہ تاریخی حقائق ان کی خواہشات کے برعکس ہیں۔ چاہیے تو یہ تھا قائداعظم رحمہ اللہ کی تعلیمات پر، طرزِ حکمرانی پر اور پاکستان وانسانیت کے لیے درد پر عمل کیا جاتا۔جس 11 اگست 1947ء کی ایک تقریر سے اپنی پسند کے فقرے لے کر قائداعظم رحمہ اللہ کو سیکولر ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہیں ہم نے اس سے پہلے اور آخری ایام کے قائداعظم رحمہ اللہ کے فرامین کو یہاں جمع کیا ہے تا کہ پتا چلے کہ قائداعظم رحمہ اللہ کیا چاہتے تھے، دوسرا قائداعظم رحمہ اللہ کو سیکولر ثابت کرنے والے حضرات قائد کو '' مسلمانوں کے قائد '' کے منصب سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ قائداعظم رحمہ اللہ نے 14 اگست کو ہی صرف تین دن بعد جب لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اقلیتوں کے تحفظ کے لیے بادشاہ اکبر کے دور کی رواداری اور بین المذاہب ہم آہنگی کی پیروی کرنے کی بات کی تو قائداعظم رحمہ اللہ نے '' سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلم تاریخ '' میں اس کی عظیم مثالوں کو اپنے اور اپنی قوم کے لیے نشانِ منزل قرار دیا۔

محمد علی جناح رحمہ اللہ کے بارے عام تصور یہ پھیلایا جاتا ہے کہ وہ سیکولر اور لادین ذہن کے مالک تھے، جبکہ ان کی زندگی کے واقعات غلط تصور اور فرضی خیال کی مکمل نفی کرتے

ہیں۔قائداعظم رحمہ اللہ کی سب سے پہلے تعلیم ''مدرستہ الاسلام'' میں ہوئی جہاں انھوں نے قرآن مجید کی تعلیم حاصل کی۔ بہت اوائل اور نوجوان عمری میں جب کہ انسان کی اپنی سوچ ابھی پختہ نہیں ہوئی ہوتی اور گھریلو تربیت کا بہت سا اثر باقی ہوتا ہے، جب قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ انگلستان پہنچے اور قانون کی تعلیم کے لیے تعلیمی ادارے کے انتخاب کا مرحلہ درپیش ہوا تو 2 اداروں میں سے اس ادارے ''لنکز اِن'' کا انتخاب کیا جس کے باہر دنیا کے مشہور قانون دانوں کی فہرست میں سب سے اوپر محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ مبارک لکھا تھا۔قانون کی تعلیم سے فارغ ہوئے اور اس وقت کے پہلے ہندوستانی بیرسٹر بنے اور 18سال کی عمر میں ''بارایٹ لاء'' کیا۔لندن کے ایک ڈرامیٹک کلب (سٹیج ڈرامہ) میں شمولیت اختیار کر لی اور ان سے ادائیگی کا چیک بھی وصول کرلیا، ایک ڈرامے کی مشق کے دوران قائداعظم سے کہا گیا کہ ایک لڑکی کے چہرے پر بوسہ لیں، اُس وقت اُن کی عمر 19 برس تھی، ہندوستان کے ایک نوجوان کے لیے یہ محض ایک حسین خیالی بات تھی کہ وہ لندن جیسے شہر میں برطانوی لڑکی کا بوسہ لے، لیکن قائداعظم نے محض یہ کہہ کر ڈرامے کا یہ منظر مشق کرنے سے انکار کر دیا کہ میرے مذہب میں اس کی اجازت نہیں ہے۔ ہندوستان میں اپنے والد بزرگوار محترم پونجا جناح کو خط لکھا کہ میں نے قانون کی تعلیم میں آگے بڑھنے کی بجائے ڈرامے کے میدان کا انتخاب کیا ہے اور ایک کلب میں شمولیت اختیار کر لی ہے۔ والد نے جوابی خط میں سختی سے اس بات سے منع کیا اور حکم دیا کہ فوراً کلب سے مستعفی ہو کر قانون کی مزید تعلیم جاری رکھو۔قائداعظم رحمہ اللہ نے ابھی وہ چیک بنوایا نہ تھا اور بغیر کسی پس وپیش کے یہ کہہ کر کلب والوں کو لوٹا دیا کہ یہ میرے والد کا حکم ہے اور میرے مذہب میں والدین کی نافرمانی کی گنجائش نہیں۔قانون کی تعلیم کے بعد ہندوستان لوٹے اور بمبئی میں وکالت کا آغاز کیا۔بمبئی آزاد خیالی میں اس زمانے کے دوران بھی دوسرے آزاد خیال شہروں سے کسی طور کم نہ تھا، ایک نوجوان اور خوبصورت مجوسی لڑکی قائداعظم پر فریفتہ ہوگئی، ہر طرح سے مایوس ہو چکنے کے بعد جب اس نے شادی

کی خواہش کا اظہار کیا تو قائداعظم نے کہا کہ میرے مذہب کا اختلاف اس بات کی اجازت نہیں دیتا، وہ مذہب تبدیل کرنے پر آمادہ ہوئی تو اٹھارہ سال کی قانونی مدت پوری ہونے تک اسے ایک سال کا انتظار کرنا پڑا۔ ایک برس بعد وہ عدالت سے مسلمان ہونے کی ڈگری لائی، تب قائداعظم نے اس سے نکاح کیا۔ ممبئی کی جامع مسجد میں 18 اپریل 1918ء کو مولانا نذیر احمد خجندی کے ہاتھ پر ''رتن'' اسلام قبول کرتی ہیں اور ان کا نام ''مریم'' رکھا جاتا ہے۔ ٹھیک دوسرے دن مولانا حضرت حسن نجفی نکاح پڑھاتے ہیں، ایک ہزار روپے مہر مقرر ہوتا ہے۔ ایک لاکھ 25 ہزار تحفہ دیا جاتا ہے۔ ممبئی میں بعض لڑکیاں قائداعظم رحمہ اللہ کو بہت تنگ کرتی تھیں۔ سروجنی نائیڈو انھیں بہت تنگ کرتی ہیں۔ وہ تو چیمبر میں انھیں پکڑنے جا رہی تھی لیکن قائداعظم رحمہ اللہ نے کہا کہ جناح نے زندگی میں کسی ایسی عورت کو بوسہ نہیں دیا جس کے ساتھ اس کا نکاح نہ ہوا ہو۔ انھوں نے سروجنی نائیڈو کو چیمبر سے نکال دیا۔ یہ عظیم کردار قائداعظم کا ہی تھا ورنہ نہرو گاندھی، گاندھی، لارڈ ماؤنٹ بیٹن اور اس کی بیوی، اندرا گاندھی وغیرہ کی بدکرداری تو کئی کتابوں میں لکھی گئی ہے۔ ہندوستان کے حالات سے مایوس ہونے کے بعد وہ ایک بار پھر انگلستان سدھار گئے کہ اب نہ لوٹیں گے، لیکن آفریں ہوں علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمہ اللہ پر جنھوں نے اور مولانا شوکت علی رحمہ اللہ نے خط لکھ کر انھیں واپس بلایا اور غلامی کے اس پرآشوب دور میں مسلمانوں کی قیادت کرنے کے لیے تیار کیا۔ سوال یہ ہے کہ قائداعظم رحمہ اللہ اگر سیکولر اور لادین ذہن کے مالک تھے تو علامہ اقبال رحمہ اللہ اور مولانا شوکت علی رحمہ اللہ جیسے دردِ دل رکھنے والے بنیاد پرست مسلمانوں کی نظر انتخاب اُن پر کیوں پڑی؟ کیا علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ جیسے راسخ العقیدہ مسلمان کہ جن کا ہاتھ تاریخ کی نبض پر تھا اور وہ عالمی حالاتِ حاضرہ سے خوب باخبر تھے، وہ مسلمانوں کی قیادت کے لیے ایک لادین شخص کا انتخاب کرتے۔ ہرگز نہیں! تمام مسالک کے علمائے کرام نے قائداعظم رحمہ اللہ کا نہ صرف ساتھ دیا بلکہ ہر طرح سے دفاع بھی کیا۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ، علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ، علامہ

ادریس احمد کاندھلوی رحمہ اللہ، مولانا ظفر احمد تھانوی رحمہ اللہ، مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی رحمہ اللہ، مولانا فضل الٰہی وزیر آبادی رحمہ اللہ، مصطفیٰ رضا خان رحمہ اللہ، مولانا صبغت اللہ رحمہ اللہ رنگ محلی، مولانا عبدالہادی رحمہ اللہ اور مولانا پیر جماعت علی شاہ صاحب۔

قائداعظم رحمہ اللہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ شیعہ ہیں یا سنی؟ قائداعظم رحمہ اللہ نے سوال کرنے والے سے جوابی سوال کر ڈالا کہ نبی کریم ﷺ کا کیا مسلک تھا؟ کوئی نہیں! سوال کرنے والے نے جواب دیا۔ وہ بس ایک مسلمان تھے۔ جواباً قائداعظم رحمہ اللہ نے فرمایا تو پھر میں بھی نہ شیعہ ہوں نہ سنی بلکہ فقط ایک مسلمان ہوں۔

فاطمہ جناح نے بھی اس سوال پر جواب دیا کہ میں نہ تو شیعہ ہوں اور نہ ہی سنی ہوں میں فقط ایک مسلمان ہوں۔ پیغمبر اسلام ﷺ نے ہمیں اسلام کی تعلیم دی ہے نا کہ کسی خاص مسلک کی۔ (پاکستان اینڈ اسلام آئیڈ نٹٹی، مصنف اکبر ایس احمد، صفحہ 13:)

گزشتہ مذکورہ واقعات اور ان صفحات میں آئندہ آنے والی تحریری شہادتیں اس امر کی قطعی نفی کرتی ہیں۔ تحریکِ پاکستان کے دوران قائداعظم کی تقاریر جہاں پاکستان کو نظریاتی اَساس فراہم کرتی ہیں وہاں ان کے ذہن تک رسائی کا بھی ایک وقیع ذریعہ ہیں، ذیل میں ان کی تقاریر سے چند اقتباسات پیش کیے جا رہے ہیں:

1۔ ”کوئی شبہ نہیں کہ لوگ ہمارا مدعا پوری طرح نہیں سمجھتے، جب ہم اسلام کا ذکر کرتے ہیں تو اسلام صرف چند عقیدوں، روایتوں اور روحانی تصورات کا مجموعہ نہیں اسلام ہر مسلمان کے لیے ایک ضابطہ بھی ہے جو اس کی زندگی اور کردار کو سیاست اور معیشت تک کے معاملات میں انضباط عطا کرتا ہے۔“ (کرم حیدری، قائدِ اعظم کا اسلامی کردار، صفحات: 101،102 مکتوباتِ حرمت، راولپنڈی، 1984ء)

2۔ قرآن مجید کی تعلیمات میں انسانی زندگی کے ہر باب کے متعلق ہدایات موجود ہیں۔ زندگی کا روحانی پہلو ہو یا سیاسی، معاشرتی اور معاشی، غرض یہ کہ کوئی شعبہ ایسا نہیں جو قرآنی تعلیمات کے احاطے سے باہر ہو۔“ (کرم حیدری، قائدِ اعظم کا اسلامی کردار،

صفحہ:103)

3۔ ''اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ اس میں اطاعت و وفا کیش کا مرجع خدا کی ذات ہے۔قرآن مجید کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول و احکام کی حکمرانی ہے۔(کرم حیدری، قائدِ اعظم کا اسلامی کردار صفحہ:103)

4۔ ''وہ کونسا رشتہ ہے جس میں تمام مسلمان منسلک ہو کر جسدِ واحد کی طرح ہو جاتے ہیں۔ وہ رشتہ خدا کی کتاب قرآن مجید ہے،ایک خدا،ایک رسول،ایک امت۔'' (سعید راشد، قائداعظم: گفتار و کردار،صفحہ:513، مکتبہ میری لائبریری، لاہور،1986ء)

5۔ ''ہماری اسلامی تہذیب کو کوئی نہیں مٹا سکتا،اس اسلامی تہذیب کو جو ہمیں ورثے میں ملی ہے۔ہمارا نورِ ایمان زندہ ہے، ہمیشہ زندہ رہے گا۔دشمن بے شک ہمارے اوپر ظلم کرے، ہمارے ساتھ بدترین سلوک روا رکھے، لیکن ہم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہیں اور ہم نے یہ سنگین فیصلہ کرلیا ہے،اگر مرنا ہی ہے تو لڑتے لڑتے مریں گے۔'' (آغا اشرف، مرقع قائدِ اعظم،صفحہ:۱۴۱،مقبول اکیڈمی، لاہور،1992ء)

6۔ ''مسلمان ایک جھوٹے احساسِ سلامتی میں مبتلائے فریب رہے اور اقلیت کی اصطلاح کو تاریخی، آئینی اور قانونی سمجھا جانے لگا، لیکن مسلمان کسی حیثیت سے بھی یورپی ممالک کی اقلیت نہیں ہیں،ایک چیز قطعی ہے اور وہ یہ کہ ہم کسی طرح بھی اقلیت نہیں ہیں، بلکہ ہم اپنے نصب العین کے ساتھ بجائے خود ایک علیحدہ اور ممتاز قوم ہیں۔'' (ڈاکٹر اسعد گیلانی، اقبال، قائدِ اعظم اور مولانا مودودی،صفحہ:75)

7۔ اگست 1947ء میں قائداعظم محمد علی جناح کی طرف سے بنائے گئے محکمہ ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک ری کنسٹرکشن جو کہ مولانا اسعد کی قیادت میں تھا،اس کو چار اہداف دیے تھے:

۱۔ پاکستان کے لیے اسلامی دستور بنائے۔

۲۔ پاکستان کا اسلامک اکنامک سسٹم بنائے۔

۳۔ پاکستان کا اسلامی ایجوکیشن سسٹم بنائے۔

۴۔ پاکستان بننے کے بعد پاکستان کا اسلامی فوجی سسٹم بنائے۔

8۔ قائد اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ کو کہا گیا کہ اگر آپ تھوڑا اور صبر کر لیتے تو آپ کو بڑا ملک مل سکتا تھا، تب آپ نے فرمایا تھا کہ میرے نزدیک جغرافیہ کی نہیں بلکہ نظریہ کی اہمیت ہے۔

9۔ جمعیت علمائے اسلام کے بانی و رہنما مولانا غلام مرشد صاحب قائد اعظم سے اپنے اجلاس کلکتہ کے ضمن میں ملاقات کے بعد کہتے ہیں: اسی ملاقات کے دوران اسلامی نظام حیات کا ذکر آیا تو قائد اعظم نے قرآن حکیم کا انگریزی ترجمہ شدہ نسخہ نکال کر فرمایا: اس کتاب میں فوجی، انتظامی، معاشی اور اخلاقی غرض ہر شعبہ زندگی کے متعلق قوانین موجود ہیں۔ یہ ایک ایسا آئین ہے جو مکمل جامع ہے اور اسے دوام حاصل ہے۔ اس کی ابدیت کی میں ایک مثال دیتا ہوں کہ اس میں کئی مقامات پر ارشاد خداوندی ہے کہ ہر جرم کی سزا اس کی نوعیت کے مطابق ہونی چاہیے۔ یہ کس قدر عالمی اور ابدی اصول ہے۔ مولانا غلام مرشد صاحب کہتے ہیں کہ قائد اعظم کی اسلامی ذہنیت اور اسلام کے ساتھ ان کے عشق کا میں پہلے بھی معترف تھا۔ میں ان کی قرآن فہمی پر حیرت زدہ رہ گیا اور ان کی دینی بصیرت مجھ پر واضح ہوگئی۔ (آتش فشاں، قائد اعظم صفحہ: 267، مرتب منیر احمد منیر)

10۔ مولانا شوکت علی قائد اعظم کو برصغیر واپسی پر آمادہ نہ کرتے۔ پھر اپنے رفقاء کو قائد اعظم کی قیادت قبول کرنے کے لیے تیار نہ کرتے تو مسلمانوں کی حالت کافی پیچیدہ ہوتی، کیونکہ قائد اعظم بھی 1930ء تا 1935ء کے دوران ہندوستان میں نہ تھے۔ اقبال بھی اندلس کی طرف چلے گئے تھے۔ قائد اعظم کی لارڈ ولنگڈن سے جب وہ ممبئی کا گورنر تھا، چپقلش ہوگئی تھی، اب وہ لارڈ ولنگڈن وائسرائے بن کر آ گیا تھا تو

قائداعظم نے لندن جاکر وکالت شروع کر دی تھی۔ اس دوران علی برادران نے دوسرے لیڈروں کے ساتھ مل کر مسلم لیگ کو اور مسلمانوں کو سنبھالا۔ قائداعظم کا مولانا شوکت علی پر اعتماد تھا کہ انھیں اپنی اکلوتی بیٹی دینا کے پاس بھیجا، تاکہ اس کے لیے کوئی استاذ مقرر کریں جو اسے دینی تعلیم دے سکے اور سچا مسلمان بنادے۔ مولانا شوکت علی بیمار ہوئے تو قائداعظم خلافت ہاؤس تشریف لائے اور ایک گھنٹہ مولانا کے پاس بیٹھے رہے، جبکہ کسی اور کے لیے قائداعظم نے کم ہی اس طرح کیا ہوگا۔ قائداعظم نے مولانا شوکت علی کو مبارکباد کا خط لکھااور اس امید کا بھی اظہار کیا کہ وہ صحیح معنوں میں مسلمانوں کی ہرطرح سے نمائندگی کریں گے۔ جب مولانا شوکت علی 1937ء میں فلسطین کانفرنس اور بنگال مسلم لیگ کانفرنس میں شرکت کے لیے جانے لگے۔ قائداعظم 27 نومبر 1938ء کو جب مولانا شوکت علی کا انتقال ہوا تو بادشاہی مسجد دہلی کی سیڑھیوں پر مسلسل دو گھنٹے غم سے نڈھال کھڑے روتے رہے اور ان کی آخری رسومات میں شریک ہوئے۔ کچھ دنوں بعد آل انڈیا مسلم لیگ کے پٹنہ اجلاس میں اپنے مخلص ساتھی اور بے لوث دوست کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے فرمایا: مولانا شوکت علی عظیم انسان تھے، وہ قوم کے لیے ہر قربانی دینے کے لیے تیار رہتے تھے، وہ میرے ہم دم اور ذاتی دوست تھے، انھوں نے بال برابر مسلم لیگ کے مقاصد سے انحراف نہیں کیا، بلکہ آخر دم تک اس کے لیے سرگرم رہے۔ آپ کی موت ذاتی نقصان کے علاوہ قومی نقصان ہے، پوری مسلمان قوم کا نقصان ہے، تمام برصغیر ان کا سوگ منا رہا ہے۔ (زنداں سے اذاں)

11۔ 22 اکتوبر 1939ء کو مسلم لیگ کے اجلاس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ مسلمانو! میں نے دنیا میں بہت کچھ دیکھا، دولت، شہرت اور عیش وعشرت کے بہت لطف اٹھائے۔ اب میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب میں مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی،

تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبہ میں اسلام کے علم کو بلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔(روزنامہ انقلاب، لاہور، 23 اکتوبر 1939ء)

12۔ 1941ء میں جماعت اسلامی کے سیکریٹری جنرل قمرالدین خان قائد اعظم سے ملنے گئے تو قائد اعظم نے کہا تھا کہ میں مسجد کے لیے جگہ مانگتا ہوں، جگہ مل جائے تو پھر فیصلہ کریں گے اسے تعمیر کیسے کرنا ہے۔(روز نامہ جنگ لاہور، 31 دسمبر 2013ء)

13۔ مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ صاحب سے پوچھا گیا کہ آپ ایک زاہد (گاندھی کی طرف اشارہ) کو چھوڑ کر اس سگار پینے والے کی حمایت کرتے ہیں؟ فرمایا: دیکھو! ان میں تین چیزیں ہیں اس لیے میں ان کی حمایت کرتا ہوں: ① مخلص ہیں، بکاؤ جھکاؤ کی کوئی چیز اُن میں نہیں ہے۔ ② سیاسی مصلحتیں جانتے ہیں۔ ③ مسلمانوں کو کبھی دھوکا نہیں دیں گے۔

14۔ قائد اعظم رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جتنی بھی خدمت میں نے مسلمانوں اور پاکستان کی کی ہے ایک خادم اور اسلام کے ایک سپاہی کے طور پر کی ہے۔ اب آپ کا فرض ہے کہ پاکستان کو ایک عظیم قوم اور ترقی یافتہ ملک بنانے کے لیے اپنی تمام تر توانائیاں بروئے کار لا کر میری مدد کریں۔ میری یہ دلی آرزو ہے کہ پاکستان کو بطور ایک اسلامی ریاست کے ابھرتا ہوا دیکھوں۔ تاکہ دنیا ایک بار پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زریں دور کی تابناک تصویر دیکھ سکے۔ اللہ تعالی سے دعا ہے کہ وہ میری آرزو پوری کرے۔ آمین!
(کتاب اسلام اور قائد اعظم، مصنف محمد حنیف شاہد)

15۔ قائد اعظم رحمہ اللہ نے اپنے آخری ایام میں اپنے معالج ڈاکٹر ریاض کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم جانتے ہو جب مجھے اس حقیقت کا احساس ہوتا ہے کہ پاکستان بن چکا ہے تو میری روح کو کس قدر اطمینان ہوتا ہے۔ یہ ایک مشکل کام تھا اور اکیلا کبھی نہیں کر سکتا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا روحانی فیضان ہے کہ پاکستان وجود میں آیا اور یہ

پاکستانیوں کا فرض ہے کہ وہ اسے خلافتِ راشدہ کا نمونہ بنائیں تا کہ خدا اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو زمین کی بادشاہت دے۔ (وفا کا کعبہ، مصنف حسن محمود)

قائدِ اعظم کے یہ فرمودات واضح طور پر یہ بتلا رہے ہیں کہ وہ کبھی بھی سیکولر نہیں رہے۔ زمانۂ طالب علمی اور پیشہ ورانہ زندگی کے واقعات اور تحریکِ پاکستان کے دوران پاکستان بننے کے بعد بھی آپ کی تقریروں کے اقتباسات سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کے ذہن میں اسلامی تعلیمات پوری طرح راسخ تھیں۔ ایک بار انھوں نے قرآن مجید کو بھی پوری طرح پڑھ چکنے کا عندیہ دیا تھا، لیکن اردو، عربی اور فارسی سے بہت زیادہ واقفیت نہ ہونے کے باعث وہ ہندوستان کی روایتی مذہبیت سے دور ہی رہے، پھر کیا یہ ایک تاریخی شہادت نہیں ہے کہ غازی علم دین شہید رحمہ اللہ کا مقدمہ قائدِ اعظم نے اس وقت مفت لڑا تھا جب ان کا شمار ہندوستان بھر کے مہنگے ترین وکیلوں میں ہوتا تھا۔ سرینگر میں بھی ایک مسلمان کا مقدمہ لڑا تھا۔ تحریکِ پاکستان کے دوران ہندو قیادت نے انگریز سے مراعات لینے کے لیے کیا کچھ نہیں کیا۔ لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے اپنی کتاب میں نہرو کی بیوی سے تعلقات تک کا ذکر بھی کیا ہے، لیکن اس طرح کے ماحول میں رہنے اور طویل جنگ لڑنے کے باوجود محترمہ فاطمہ جناح کو مردوں سے ہاتھ ملانے تک کی اجازت نہ تھی۔ تقسیمِ ہند میں اس طرح کے رویّے سے مسلمانوں کا نقصان بھی ہوا، لیکن قائدِ اعظم نے یہ ثابت کیا کہ ایک سچے مسلمان کے لیے ایمان اور شرم وحیا سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہوتا۔ زیارت ریزیڈنسی میں قائدِ اعظم رحمہ اللہ نے اپنی زندگی کے آخری ایام گزارے، ان کے خدمت گار سے جب ان ایام کا احوال پوچھا گیا تو اس نے بہت ساری باتوں کے ساتھ ساتھ ان کی آخری نماز کا بھی تذکرہ کیا، اس کے بقول قائد اعظم رحمہ اللہ باقاعدگی سے فقہ حنفی کے مطابق نماز ادا کرتے تھے، آخری نماز جو انھوں نے ادا کی اس کا حال خدمت گار کی زبانی سنئے۔ ”ظہر کی نماز کی ادائیگی کے بعد انھوں نے کہا کہ عصر کا وقت ہوتے ہی مجھے بیدار کر دینا، میں نے کہا: جی اچھا، لیکن آنکھ کھلنے پر انھوں نے استفسار کیا کہ کیا ابھی عصر کا وقت نہیں ہوا؟ میں نے کہا: ہو چکا ہے، لیکن آپ ابھی آرام کر

لیں، میں تھوڑی دیر بعد آپ کو نماز پڑھا دوں گا، کیونکہ نقاہت بہت زیادہ تھی، انھوں نے فرمایا: نہیں اول وقت میں نماز کی ادائیگی پسندیدہ ہے، پس تکیہ میری کمر کے نیچے کر دو تو میں نماز پڑھ لوں، وضو کے بعد یہ ان کی زندگی کی آخری نماز تھی، جس کے بعد وہ قومے میں چلے گئے اور بالآخر اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔''

فاطمہ جناح کہتی ہیں کہ قائد اعظم رحمہ اللہ نے اپنی آنکھیں کھولیں۔میری طرف دیکھا اور اپنے سر کو اس طرح جنبش دی کہ میں ان کے قریب آجاؤں۔ وہ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ کہ میرے ہوش وہواس گم ہو گئے۔ جب انھوں نے سرگوشی میں کہا: فاطمہ ! خدا حافظ .... لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ ....ان کا سر دائیں جانب جھک گیا اور آنکھیں بند ہو گئیں۔

((إنا لله وإنا إليه راجعون،اللّٰھم لا تحرمنا اجرھم ولا تفتنا بعدھم ،ولا تضلنا بعدھم، آمین ثم آمین یا رب العالمین))

قائداعظم رحمہ اللہ کے اس خدمت گار کی یہ روایت ہمارے استاذِ محترم مولانا عبدالمجید اخوان مرحوم کے ذریعہ براہِ راست ہم تک پہنچی۔

قائد اعظم رحمہ اللہ کی اولاد چونکہ اسلام سے گریزاں رہی، اسی لیے قائد اعظم رحمہ اللہ بھی ان سے گریزاں رہے اور پورا بڑھاپا کنواری بہن کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر گزار دیا۔ جب انتقال ہوا تو وصیت میں یہ لکھ کر گئے کہ ایک حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق چونکہ مسلمان کسی کافر کا اور کافر کسی مسلمان کا وارث نہیں ہوسکتا، اس لیے میرے ترکے میں سے ایک پائی بھی میری اولاد کو نہ دی جائے اور اپنی کل جائیداد، جس کی کثرت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس زمانے میں ان کے پاس اپنا ذاتی ہوائی جہاز تھا، ساری کی ساری نوزائدہ اسلامی مملکت پاکستان میں مدرسۃ الاسلام سندھ اور اسلامیہ کالج پشاور کے نام کر گئے۔

قائداعظم رحمہ اللہ اگر سیکولر اور لادین خیالات کے مالک ہوتے تو علامہ شبیر احمد عثمانی جیسے جید عالم دین ان کی نماز جنازہ کیوں پڑھاتے؟ ٹھیک ہے وہ اس طرح سے مذہبی انسان نہ تھے جس کا تصور ہمارے ہاں پایا جاتا ہے، لیکن بہرحال وہ ایک راسخ العقیدہ اور پکے مسلمان تھے۔

جن فاضل مصنفین نے ایڑی چوٹی کا زور لگا کر انھیں سیکولر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، اس سے بھی قائد اعظم رحمہ اللہ کے پختہ ایمان کی تصدیق ہوتی ہے کہ اگر کسی زمانے میں ان پر سیکولر خیالات کا سایہ رہا بھی ہے تو وہ اسلام اور قرآن کے مطالعے کے بعد ان فرسودہ خیالات سے دستکش ہو کر شعوری طور پر اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا رہے اور ایک سچے مسلمان اور امتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کے فرد کی حیثیت سے اپنے رب کے حضور پیش ہوئے۔ اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہوا کرتا ہے، اگر قائدِ اعظم رحمہ اللہ کی نیت ایک سیکولر ریاست بنانے کی تھی تو وہ ریاست اسلام کا قلعہ کیسے بن گئی؟ حقیقت یہ ہے کہ دنیا بھر میں تبلیغ و ارشاد کے لیے یہاں سے جماعتیں روانہ ہوتی ہیں، دنیا بھر میں جہاں جہاں جہاد کا میدان سجا اس کے لیے اسی مملکتِ خداداد پاکستان نے اپنے سپوت اور عسکری راہنمائی کے ساتھ ساتھ ممکنہ وسائل بھی فراہم کیے۔ تین سو سال کے بعد امت کو دفاع کے میدان میں ایٹمی قوت کی خوشخبری اسی اسلامی ریاست سے میسر آئی اور مستقبل میں بھی مشرق سے مغرب تک کل مسلمانوں کی اُمیدیں اسی پاکستان سے وابستہ ہیں۔ گویا پاکستان اس حدیث نبوی (ﷺ) کی عملی تصویر بنا کہ ''مجھے مشرق سے ٹھنڈی ہوا آتی ہے۔'' اور اس سب کا سہرا محمد علی جناح کے سر ہے۔ دراصل تاریخ گواہ ہے کہ مسلمانوں پر ملوکیت کا سایہ ہو یا غلامی کی اندھیری غار، غداروں کی دغابازیاں ہوں یا دشمن کے پالتو لوگوں کی حکمرانیاں، سازشوں کے جال ہوں یا تہذیبی و ثقافتی یلغار، اس امت کی کوکھ قیادت کے میدان میں ہمیشہ سرسبز و شاداب رہی ہے، یہ آخری نبی ﷺ کی دعاؤں کا ثمرہ ہے۔ اقوامِ عالم کو صدیوں کے بعد کوئی قابلِ قدر راہنما میسر آتا ہے، جسے وہ قرنوں تک یاد رکھتے ہیں اور کتنی ہی قومیں محض اس لیے تاریخ کے صفحات میں دفن ہو گئیں کہ انھیں کوئی راہنما میسر نہ آیا، جبکہ اُمتِ مسلمہ کا دامن کبھی بھی مخلص دین دار اور جرأت مند قیادت سے خالی نہیں رہا۔ اللہ کرے مدارسِ اسلامیہ سے ''قال اللہ تعالیٰ'' اور ''قال رسول اللہ ﷺ'' کی یہ صدائیں بلند ہوتی رہیں، اللہ کرے مساجد کے مینار صدائے بلالی کے امین رہیں، اللہ کرے ختمِ نبوت سے اس امت کے نوجوانوں کے سینے سرشار رہیں اور اللہ کرے اس

امت کا اجتماعی ضمیر ہمیشہ زندہ و تابندہ رہے کہ یہی عناصر ہیں کہ بانیِ پاکستان جیسی صاف ستھری قیادت کی فراہمی کے اور یہی امت کے روشن مستقبل کے سنگ ہائے میل ہیں اور میرے اللہ نے چاہا تو وہ دن دور نہیں جب یہی پاکستان شاعرِ مشرق کے خوابوں کی سچی حسین تعبیر بنے گا۔

رجب المرجب ۱۴۴۳ھ - مارچ 2022ء

ڈاکٹر ساجد خاکوانی

طرزِ حکومت (ڈاکٹر خالد قمر)

1۔ ایک مسلمان حکمران کے لیے جرأت، دلیری اور غیرت کی ضرورت بھی ہے اور صداقت، دیانت اور امانت کی بھی، اس کو ڈسپلن بھی مضبوط رکھنا ہوتا ہے اور ملک و قوم وملت کی عزت و آبرو کی حفاظت بھی کرنا ہوتی ہے۔متکبر اور ظالم طاقتوں کے خلاف بھی کھڑا ہونا ہوتا ہے اور اپنے آس پاس بسنے والے غریبوں، مسکینوں اور یتیموں کا بھی خیال کرنا ہوتا ہے۔ اس کو اپنا طرزِ زندگی اتنا سادہ بھی رکھنا ہوتا ہے کہ جو اس کی قوم پر بوجھ نہ بنے اور وہ اس قوم کی خدمت صرف مراعات کے لیے نہیں بلکہ اسلام اور انسانیت کی خدمت اپنا فرض سمجھ کر کرتا ہو۔

2۔ فاطمہ جناح کہتی ہیں کہ یکم جولائی 1948ء کو کراچی میں ہونے والے سٹیٹ بینک آف پاکستان کی رسمِ افتتاح کی تقریب میں قائد اعظم رحمہ اللہ کی صحت کی وجہ سے میں نے انھیں روکنا چاہا تو انھوں نے جواب دیا، تمھیں معلوم ہے کہ کانگریس اور ہندوؤں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ پاکستان کی حیثیت ایک دیوالیہ ریاست کی ہوگی۔ جہاں لوگ تجارت، بینکاری، جہاز رانی یا انشورنس کی بابت بالکل بے بہرہ ہوں گے۔میرا وہاں ہونا ضروری ہے فکر نہ کرو ہم چند دنوں کے بعد کوئٹہ واپس آجائیں گے۔

3۔ قائد اعظم نے اپنے عید پیغام میں کہا: برادر مسلم ممالک کے لیے میرا پیغام عید دوستی اور خیر سگالی پر مبنی ہے۔ ہم سب ایک خطرناک دور سے گزر رہے ہیں۔ طاقت کی سیاست کا ڈرامہ جو فلسطین، انڈونیشیا اور کشمیر میں کھیلا جا رہا ہے اس سے ہماری آنکھیں کھل

جانی چاہییں۔صرف ایک متحدہ محاذ کے قیام کے ذریعے ہی ہماری آواز دنیا کے ایوانوں میں سنی جاسکتی ہے۔ چنانچہ میں آپ سے اپیل کرنا چاہتا ہوں کہ آپ اسے خواہ کوئی بھی زبان دیں، مگر میرے مشورے کی روح یہ ہے۔ ہر مسلمان کو دیانت داری، اخلاص اور بے غرضی سے پاکستان کی خدمت کرنی چاہیے۔

4۔ قائداعظم رحمہ اللہ کی گرتی صحت کی وجہ سے فاطمہ جناح نے اصرار کیا کہ اب آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔ اس پر قائداعظم رحمہ اللہ نے فرمایا: ''کبھی میدانِ جنگ میں لڑائی کے دوران کسی جرنیل نے چھٹی لی ہے کہ میں لوں؟''

5۔ قائداعظم رحمہ اللہ ٹی بی کے مرض میں مبتلا تھے۔ گورنر جنرل پاکستان ہاؤس کراچی کے ایک حصہ میں پرانی طرز کا ایئر کنڈیشنگ سسٹم نصب تھا۔ قائداعظم کی شدید علالت کے باعث انھیں مشورہ دیا گیا کہ وہ ایئر کنڈیشنڈ حصہ کو زیر استعمال لائیں۔ قائداعظم نے ایسا کرنے سے انکار فرما دیا کہ وہ غریب ملک کے سربراہ ہیں۔ ان کا ملک اس عیاشی کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

6۔ 1920ء میں قائداعظم کی شادی ہوئی تو انھوں نے اپنے غسل خانہ کی تعمیر میں اس وقت کے 50 ہزار روپے خرچ کیے مگر جب وہ گورنر جنرل کے عہدے پر فائز ہوئے تو قائداعظم ڈیڑھ روپے کا موزہ لینے سے انکار کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں غریب مسلمان ملک کے گورنر کو اتنی مہنگی چیز نہیں پہننی چاہیے۔

7۔ ایک دفعہ سرکاری استعمال کے لیے 37 روپے کا فرنیچر لایا گیا، قائداعظم نے لسٹ دیکھی تو دیکھا کہ 7 روپے کی اضافی کرسی آئی ہے تو آپ نے پوچھا یہ کس لیے ہے؟ تو کہا گیا: آپ کی بہن فاطمہ جناح کے لیے۔ آپ نے کاٹ کر فرمایا: اس کے پیسے فاطمہ سے لو۔ قائداعظم رحمہ اللہ کو برطانیہ کے سفیر نے کہا کہ برطانیہ کے بادشاہ کا بھائی آرہا ہے آپ انھیں ایئر پورٹ لینے جائیں۔ قائداعظم نے شرط رکھی کہ میں تب ایئر پورٹ لینے جاؤں گا اگر میرے بھائی کی برطانیہ آمد پر وہاں کا بادشاہ اسے لینے آئے۔

8۔ جناح پیپرز میں جو قائداعظم کی دستاویزات اور ریکارڈ چھپا ہے وہ آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔عوامی چندے کی آٹھ آٹھ آنے کی رسیدیں تک موجود ہیں کہ جن پر قائداعظم نے اپنے دستخطوں سے وصولی فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عوام اپنے قائد کی امانت اور دیانت پر بے پناہ بھروسا کرتے تھے۔

9۔ قائداعظم مساجد میں عید یا نماز پڑھنے گئے لیٹ ہونے کی وجہ سے جہاں جگہ ملتی لوگوں کے اصرار کے باوجود وہیں نماز پڑھتے۔ امام مسجد کی حوصلہ افزائی فرماتے اور ان کی تعریف کرتے ہیں کہ ہمارے علمائے کرام کو ایسے ہی کردار کا حامل ہونا چاہیے کہ وقت پر نماز پڑھائیں۔

10۔ آل انڈیا ایکٹ 1935ء کے تحت جب ہندوستان کو فیڈریشن بنانے کی پیشکش کی گئی تو قائد ہی ہند کے سیاسی افق پر ایک ایسے سیاستدان تھے جنھوں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔اس پر برطانوی وزیراعظم لارڈ رمزے میکڈ النڈ نے قائداعظم کو ایک نجی گفتگو کے لیے مدعو کیا اور انھیں یہ کہہ کرخریدنے کی کوشش کی کہ اگر ''سنہا'' لارڈ کا خطاب حاصل کرسکتا ہے تو کوئی اور کیوں نہیں کرسکتا۔یعنی لالچ دی جارہی تھی کہ اگر فیڈریشن منصوبہ کی قائداعظم مخالفت ترک کر دیں تو انھیں لارڈ کا خطاب مل جائے گا اور انھیں صوبے کا گورنر بنا دیا جائے گا۔یہ سن کر قائداعظم لارڈ رمزے کے کمرے سے اچانک اٹھ کھڑے ہوئے۔اس بات پر برطانوی وزیراعظم بڑا متعجب ہوا،وہ حیران ہو کر قائد اعظم کے ساتھ دروازے تک آیا اور جس وقت اس نے رخصتی کے لیے قائداعظم سے مصافحہ کی غرض سے ہاتھ بڑھایا تو قائداعظم نے ہاتھ ملانے سے انکار کر دیا۔اس موقع پر برطانوی وزیراعظم خجالت کے پسینے سے شرابور ہو گیا۔ اس نے پوچھا: آخر کیوں؟ قائداعظم رحمہ اللہ نے سنجیدگی سے جواب دیا: اب میں آپ سے آئندہ کبھی نہیں ملوں گا۔آپ کے خیال میں میں کوئی بکاؤ مال ہوں۔

11۔ اس طرح قائداعظم کو کہا گیا کہ آپ پاکستان کے مطالبہ سے دستبردار ہو جائیں آپ

کو متحدہ ہندوستان کا حکمران بنادیا جاتا ہے۔تو آپ نے فرمایا :میں اپنی قوم کو دھوکا نہیں دے سکتا۔

12۔ قائد اعظم کے اے ڈی سی بریگیڈیئر نور حسن جو قائد اعظم رحمہ اللہ کے آخری ایام میں ان کے ساتھ تھے۔ کہتے ہیں کہ گھر میں قائد اعظم کی عادت تھی کہ کھانے کے وقت وہ ایک ہی ٹیبل پر تمام ملازمین کے ہمراہ اکٹھے کھانا کھاتے تھے۔ گھر کے سربراہ ہونے کے ناتے سب سے پہلے انھیں کھانا پیش کیا جاتا، وہ کھانے سے اپنی پلیٹ بھر لیتے مگر کھاتے تھوڑا سا۔ بریگیڈیئر صاحب نے فاطمہ جناح صاحبہ سے اس مسئلے پر استفسار کیا تو فاطمہ جناح نے کہا کہ وہ اس لیے ایسا کرتے ہیں کہ اگر گھر کا بڑا کم کھانا ڈالے گا تو اس کے دیکھا دیکھی بقیہ افراد بھی کم ڈالیں گے۔ لہٰذا وہ نہیں چاہتے ان کی وجہ سے کوئی شخص بھوکا رہے۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں یہاں چند ایک ہی سبق حاصل کرنے کے لیے پیش کیے گئے ہیں۔ اللہ تعالی پاکستان کے حکمرانوں کو بھی قائد اعظم کے طرزِ حکومت، ملی غیرت، ایثار، احسان وخودداری کی صفات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

کیا قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ ملحد تھے یا پھر روشن خیال؟

(ڈاکٹر خالد قمر)

چلیں جناح کے الفاظ سے اخذ کرتے ہیں:

امریکہ کے ریڈیو پر نشریہ (1948ء فروری):

سوال: جناح کے خیالات کہ پاکستان میں کس قسم کی حکومت متوقع ہے؟

1۔ پاکستان کی منتخب اسمبلی نے ابھی آئین پاکستان مرتب کرنا ہے۔ مجھے ابھی کوئی اندازہ نہیں کہ وہ آئین کس نوعیت کا ہوگا، لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ اسلامی اصول و قوانین پر مشتمل جمہوری نوعیت کا ہوگا۔ آج وہ (اسلام) بالکل اسی طرح قابل عمل ہے جس طرح آج سے 1300 سال پہلے تھا۔ اسلام اور اس کی مثالی روح نے ہمیں جمہوریت کا ہی سبق دیا ہے۔ اس نے ہمیں مساوات، عدل اور جمہوریت ہی سکھائی ہے۔ ہم اپنی ان سنہری روایات کے نہ صرف وارث ہیں بلکہ مستقبل میں آئین بناتے وقت اپنی تمام تر ذمہ داریوں سے روشناس ہیں، بہرصورت پاکستان کو متعصب ملاں کے حوالے نہیں کیا جائے گا، ہمارے شہری غیر مسلم، ہندو، عیسائی اور پارسی بھی ہیں، وہ سبھی پاکستانی ہیں اور ان سب کے برابر کے شہری حقوق ہیں اور پاکستان کو چلانے میں بھی برابر کا حق رکھتے ہیں۔

2۔ پیر مانکی شریف کو نومبر 1945ء لکھے گئے خط میں قائداعظم فرماتے ہیں: اس بات پر

زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ منتخب اسمبلی جو کہ بلا شبہ مسلم اکثریت کی ہوگی، جسے وہ تمام قوانین مرتب کرنے کا حق ہوگا جو شریعت سے متصادم نہ ہوں اور مسلمانوں کو قطعاً غیر شرعی قوانین پر عمل کرنے کی پابندی نہیں ہوگی۔

3۔ سبی دربار ایک سالانہ اجتماع 14 فروری 1948ء کو فرماتے ہیں: اس سکیم کی تجویز دیتے ہوے اپنے ذہن میں مسلم جمہوریت کے اصول کی وضاحت کرنا لازم خیال کرتا ہوں، مجھے پختہ یقین ہے کہ ہماری سالمیت صرف اور صرف رسول اکرم کے عطا کردہ قانون پر عمل کرنے میں ہی ہے، آئین اسلامی قوانین پر اپنی جمہوریت کی بنیاد رکھی۔

4۔ 26 نومبر 1947ء محمد علی جناح نے پشاور میں فرمایا: آپ نے خطاب میں مجھ سے پوچھا ہے کہ پاکستان کا آئین کیا ہوگا، یہ انتہای ناموزوں سوال ہے، مسلمان ایک اللہ پر ایمان رکھتا ہے، ایک رسول کی اور ایک کتاب کی اتباع کرتا ہے اور یقینا یہی مسلمان کے لیے واحد قابل عمل قانون ہے، اسلام واحد پاکستان کا قانون ہوگا اور اسلام کے منافی کسی قانون کا نفاذ نہیں ہوگا۔

5۔ 11 اکتوبر 1947ء کو سول، ملٹری، ائیرفورس کے آفیسرز سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: میرا ایمان ہے کہ ہماری سالمیت صرف اس بات میں ہے کہ ہم اپنے پیغمبر کے عطا کردہ قانون کو نافذ کریں، آؤ مل کر اسلامی قانون پر اپنی جمہوریت کی بنیاد رکھیں۔

سرحدی مسلم طلباء سے 18جون 1948ء کو خطاب کرتے ہوے فرمایا: ''پاکستان نہ صرف خود مختار اور آزاد ہے بلکہ یہ ایک نظریہ ہے جو ہمارے لیے ایک قیمتی تحفہ اور خزانہ ہے جس سے نہ صرف ہم نے تقویت حاصل کرنا ہے بلکہ اسے آگے تقسیم بھی کرنا ہے۔''

6۔ 26 دسمبر 1943ء آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس کے اختتامیہ پر فرمایا: ہم مسلم کو کون سی چیز متحد رکھتی ہے، کون سا لنگر ہے جو ہماری امت کو ایک جگہ پر لنگر انداز کرے گا، یہ صرف اسلام ہے، قرآن ہے، جیسے ہم ایک کتاب، ایک رسول اور ایک اللہ پر اپنا ایمان پختہ رکھیں گے یہ ہماری قوم کو ایک رکھے گا۔

7۔ ستمبر 1948ء کو امت مسلمہ سے خطاب: ہر مسلمان اس بات کو جانتا ہے کہ قرآنی احکام صرف مذہبی اور اخلاقی پابندی ہی نہیں بلکہ گبن (Gibbon) لکھتا ہے کہ بحر اوقیانوس سے گنگا تک قرآن نظریاتی کوڈ مہیا کرتا ہے جو کہ جائیداد اور اعمال پر ناقابل تغیر سول اور فوجی قوانین کی رہنمائی مہیا کرتا ہے، سوائے ایک جاہل کے سبھی جانتے ہیں کہ قرآن مسلمان کے لیے نظام حیات کا کوڈ ہے۔

8۔ 25 اگست 1947ء کو کراچی میونسپل کارپوریشن سے خطاب میں فرمایا: یہ ہمارا منہج ہونا چاہیے کہ ہم ہر قسم کی قلت اور خوف کو ختم کریں، تاکہ اسلام کے مہیا کردہ آزادی، بھائی چارا اور مساوات سے مستفید ہو سکیں۔

9۔ 30 اکتوبر 1947ء لاہور میں ایک عوامی اجتماع سے خطاب میں فرمایا: اگر ہم رہنمائی کشف قرآن سے لیں تو فتح یقیناً ہماری ہے، بس میری خواہش ہے کہ ہر وہ شخص جسے میرا یہ پیغام پہنچ رہا ہے یہ طے کر لے کہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہے۔

10۔ 25 جنوری 1947ء کراچی بار ایسوسی ایشن سے خطاب: میں ان لوگوں کے منطق کو نہیں سمجھ سکتا جو جان بوجھ کر شرارتاً اس بات کا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ پاکستان کا آئین اسلامی شریعہ کو بنیاد نہیں بنا سکتا، جبکہ اسلامی قوانین اب بھی اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح یہ 1300 سال پہلے تھے۔

ان تمام خطابات سے پتا چلتا ہے کہ قائداعظم رحمہ اللہ کو یہ احساس ہو گیا تھا کہ چند منافق، فراڈیے اور گمراہ لوگ ایسے ہوں گے جو اس (محمد علی جناح رحمہ اللہ) کے نظریے کو اپنی خواہشات کے مطابق ڈھالنے کی مذموم کوشش کریں گے کہ جناح رحمہ اللہ ایک سیکولر ریاست بنانے کے متمنی تھے۔

آؤ مل کر دعا کریں:

پاکستان کا حصول دو قومی نظریہ کی کامیابی مسلمانوں اور انسانیت کی بھلائی کے لیے جتنی کل ضروری تھی اس سے کہیں زیادہ اب ضروری ہے کہ جلد مکمل، مستحکم، ترقی یافتہ ''لاالہٰ الااللہ محمد رسول اللہ'' کا پاکستان بنے۔ اللہ رب العالمین، علیم وحکیم وطن عزیز پاکستان کی ہر طرف سے نصرت وحفاظت فرمائے۔ اسے اندرونی و بیرنی سازشوں، فتنوں، یلغاروں اور محتاجیوں سے ہمیشہ بچا کر رکھے اور اسے جلد مکمل، مستحکم اور سر بلند امن و عافیت کا گہوارہ بنائے۔!

آمین ثم آمین یا رب العالمین

https//:www.youtube.com/watch?v=l0N5Ff335Tc&pp=ygUy2K7Yr9inINqp2LHbkiDZhduM2LHbjCDYp9ix2LYg2b7Yp9qpINm2-LEg2KfYqtix25I3%D

اس لنک پر ویڈیو سنی جاسکتی ہے۔

خدا کرے میری ارض پاک پر اترے
وہ فصلِ گل جسے اندیشۂ زوال نہ ہو
یہاں جو پھول کھلے وہ کِھلا رہے برسوں
یہاں خزاں کو گزرنے کی بھی مجال نہ ہو
یہاں جو سبزہ اُگے وہ ہمیشہ سبز رہے
اور ایسا سبز کہ جس کی کوئی مثال نہ ہو
گھنی گھٹائیں یہاں ایسی بارشیں برسائیں
کہ پتھروں کو بھی روئیدگی محال نہ ہو
خدا کرے نہ کبھی خم ہو سر وقارِ وطن

اور اس کے حسن کو تشویش ماہ و سال نہ ہو

ہر ایک خود ہو تہذیب و فن کا اوجِ کمال

کوئی ملول نہ ہو کوئی خستہ حال نہ ہو

خدا کرے کہ میرے اک بھی ہم وطن کے لیے

حیات جرم نہ ہو زندگی وبال نہ ہو

(احمد ندیم قاسمی رحمہ اللہ)

اختتامیہ

اسیر ہند ڈاکٹر محمد قاسم فکتو جو گزشتہ 30سال سے بھارت کی قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے ہیں، وہ اور ان گھرانہ مقبوضہ کشمیر میں ''آل یاسر گھرانے'' کی عملی تفسیر بن کر ایثار وفا، اخلاص و حریت ، دو قومی نظریے کا پرچم بلند کیے ہوئے ہیں، وہ لکھتے ہیں: ''یقین رکھیے ! جب تک پاکستان ہے مکہ اور مدینہ کی گلیاں بھی محفوظ ہیں۔ جب تک پاکستان ہے قبلہ اول بیت المقدس کی بازیابی بھی ممکن ہے، پاکستان کی وجہ سے ہندتوا کے عفریت کی گائے اور گریٹر اسرائیل کے بچھڑے کا جغرافیائی ملاپ نہیں ہو پا رہا۔ یہ ہم نہیں کہتے یہ علامہ احسان الٰہی ظہیر شہید رحمہ اللہ بھی کہتے ہیں جن کو عرب شہزادے نے بتایا کہ جب تک پاکستان ہے، مکہ اور مدینہ کی گلیاں محفوظ ہیں اور ایک فلسطینی خانہ کعبہ کا غلاف پکڑ کر پاکستان کی سلامتی کے لیے رو رہا تھا، آپ نے پوچھا: ''اے فلسطینی پاکستان کے لیے کیوں رو رہے ہو ؟ تمھارا تو اپنا ملک غلام ہے؟''اس نے کہا: ''پاکستان ہے تو قبلہ اوّل بازیاب ہو جائے گا۔''

تو اس لیے دوستو ! پاکستان مسجد ہے۔ اس کی ایک اینٹ توڑنے کی سزا اللہ کی قسم ! قیامت کے دن ملے گی۔ (جس جس نے بھی ریاست پاکستان کو نقصان پہنچایا دنیا میں بھی عبرت بنے ہوئے ہیں) پاکستان کا ایک بلب بھی اگر کوئی توڑتا ہے تو وہ تحریک پاکستان کے باوفا کارکنوں، عظیم شہدائے کرام، صابر و شاکر مہاجرین اور موجودہ 26 کروڑ پاکستانیوں کے ساتھ بالخصوص، عالم اسلام و مظلوم انسانیت کے ساتھ بالعموم خیانت کرتا ہے۔ فقہائے کرام کہتے ہیں کہ اگر امام بدعتی بھی ہو اس کے پیچھے بھی نماز ہو جاتی ہے، اس کی بدعت

اس کے سر۔ یہ امام حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی مشہور فتویٰ ہے۔ اس لیے اگر حکمران فاسق و فاجر بھی ہوں تب بھی مسجد کا کوئی قصور نہیں۔ شاہ فیصل شہید نے بھی پاکستان کو عالم اسلام کا قلعہ قرار دیا تھا، ان کے نزدیک افواج پاکستان ہر آڑے وقت میں عالم اسلام کی حفاظت کرسکتی ہیں چونکہ یہ عالم اسلام کے مرکز میں (اسلامی ایٹمی پاور) واقع ہے اسی لیے یہ عالم اسلام کے لیے ایک قلعہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

پاکستان کو مسجد صرف ڈاکٹر محمد قاسم فلکتو صاحب نے ہی نہیں کہا بلکہ قائداعظم محمد علی جناح سے لے کر تمام مکاتب فکر کے جید علمائے کرام نے بھی کہا ہے۔ انھوں نے اور اسلامی ممالک کے لیڈروں نے بھی پاکستان کو مشیتِ الٰہی، جناب نبی خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت، مسجد، عالم اسلام کا قلعہ، عالم اسلام کا دل، اپنا دوسرا گھر، امت مسلمہ کا محافظ، اسلام کی تجربہ گاہ، اللہ تعالیٰ کی نشانی صالح علیہ السلام کی اونٹنی، انسانیت کا علم بردار قرار دیا ہے۔ ستائیس رمضان، جمعۃ المبارک، نزول قرآن کی بابرکت شب ظہور میں آنے والے مدینہ ثانی پاکستان کی تعمیر و تکمیل، استحکام و حفاظت کا فرمایا ہے۔ رمضان المبارک کی ستائیسویں شب ہی ریڈیو پشاور سے قیام پاکستان کے اعلان کے بعد قاری علی تجمل نے سورۂ قدر کی تلاوت کی، کیونکہ پاکستان کا قیام مدتوں بعد امت مسلمہ کے دوبارہ احیاء کی واحد بشارت بنا۔ پاکستان دنیا میں ایمان کی دلیل، حجت اور فرقان ہے، اسی لیے کہتے ہیں کہ پاکستان کا قیام کسی معجزے سے کم نہیں ہے۔ مدینہ منورہ کے بعد تقریباً سوا تیرہ سو سال بعد یہ دوسری ریاست ہے جو ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' کی بنیاد پر تمام کفریہ طاقتوں کی مخالفت، حق تلفیوں اور ظلم و بربریت کے باوجود 3 جون 1947ء کو اچانک تقسیم ہند کے اعلان کے بعد صرف اڑھائی ماہ میں مسلمانوں نے ہندوستان کے مشرک کدے سے نکل کر مدینہ ثانی پاکستان کی طرف صعوبتوں بھری لازوال ایثار و وفا سے لبریز مبارک ہجرت کی۔

آیئے! عہد وفا کریں۔ اس مشیتِ الٰہی عظیم ریاست پاکستان کی ہر ہر شعبے میں اور ہر جگہ ہر وقت خدمت کریں گے۔ اسے جلد مکمل، مستحکم، سربلند، دو قومی نظریے کا علم بردار بنائیں

گے اور اسے ہر قسم کی یلغاروں، کمزوریوں، فتنوں، سازشوں، خود غرضیوں، اقربا پروریوں اور تمام قسم کی عصبیتوں سے بچا کر رکھیں گے تا کہ اللہ رب العالمین جناب خاتم النّبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلی آلہ واصحابہ وسلم، اپنے آبا و اجداد، کارکنان تحریک پاکستان، بانیانِ پاکستان اور شہدائے کرام کے سامنے سرخرو ہو سکیں۔ کیونکہ زندہ قوموں کی یہی پہچان ہوتی ہے کہ وہ ایک ہاتھ میں ماضی کے سبق اور دوسرے ہاتھ میں مستقبل کے خواب رکھتی ہیں۔